THE

SENATE OF PAKISTAN

DEBATES

OFFICIAL REPORT

Friday, 23rd October, 2026

(364th Session)

Volume VIII, No.04

(Nos.)

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad

Volume VIII SP. VIII(04)/2026

No. 04 04

Contents

1. Recitation from the Holy Quran 1
2. Recitation of Naat 1
3. FATEHA 2
4. Questions and Answers 2
5. Point of Public Importance raised by Senator Raja Nasir Abbas, Leader of the Opposition, regarding prevailing law and order situation in the country 36
6. Leave of Absence 41
7. Calling attention notice moved by Senator Dost Muhammad Khan regarding the non-disbursement of rehabilitation/compensation fund for the displaced residents of South Waziristan 43
8. Motion under Rule 263 moved for dispensation of rules 46

SENATE OF PAKISTAN
SENATE DEBATES
Friday, 23rd October, 2026

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House), Islamabad at forty five minutes past ten in the morning with Mr. Acting Chairman (Senator Syedaal Khan) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

بِسْمِ اَللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّ

رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اِنَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۶﴾

ترجمہ: کہہ دیجیے کیا میں تم کو اس سے بہتر بتاؤں، پرہیزگاروں کے لیے اپنے رب کے ہاں باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہیں گے اور پاک عورتیں ہیں اور اللہ کی رضامندی ہے اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔ وہ جو کہتے ہیں اے رب ہمارے ہم ایمان لائے ہیں سو ہمیں ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

(سورۃ آل عمران: آیات ۱۵ تا ۱۶)

Recitation of Naat

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرۂ ریگ کو دیا تو نے طلوع آفتاب

جناب قائم مقام چیئرمین: جی فلک ناز صاحبہ۔

FATEHA

سینیٹر فلک ناز: چیئرمین صاحب! کل کرک، خیبر پختونخوا میں دہشت گردی کا مقابلہ کرتے ہوئے ہمارے خیبر پختونخوا کے ایک بہادر DSP عمران الدین، ان کے ساتھ SHO اور ان کے دو گن مین شہید ہوئے۔ ان کے لیے تعزیت کرلیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: سینیٹر عطاء الحق درویش صاحب! دعا کرلیں۔

(اس موقع پر شہداء کے لیے دعائے مغفرت کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: ہم ہاؤس آف فیڈریشن کے تمام سینیٹر صاحبان کی جانب سے گیلری میں موجود FDE کے معزز مہمانوں کو خوش آمدید کہتے ہیں۔

Questions and Answers

جناب قائم مقام چیئرمین: ابھی ہم آرڈر نمبر ۲ پر موجود وقفۂ سوالات لیتے ہیں۔ سینیٹر شہادت اعوان صاحب۔

(Q.No.74)

جناب قائم مقام چیئرمین: کوئی ضمنی سوال؟

سینیٹر شہادت اعوان: جناب چیئرمین! میں نے محترم وزیر صاحب سے پوچھا کہ آپ نے کتنی investigations اور inquiries کی ہیں ان کسٹم افسران کے خلاف جو کہ بین الاقوامی ایئرپورٹس پر illegal activities, corruption یا اس طرح کی دوسری چیزوں میں involve ہیں اور ان کے خلاف آپ نے کیا action لیا ہے۔ اس کے جواب میں انہوں نے ایک list provide کی ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ کیا حکومت نے بین الاقوامی ہوائی اڈوں پر کسٹم کے نظام کا کوئی آزادانہ آڈٹ بھی کبھی کروایا ہے۔ نمبر ایک۔

دوسرا میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ smuggling یا منظّم گروہوں کے ساتھ کسٹم اہلکاروں کے ممکنہ گٹھ جوڑ کو روکنے کے لیے آپ نے کوئی قدم اٹھایا ہے؟ کیا کرپشن کے امکانات کو کم کرنے کے لیے آپ نے ٹیکنالوجی پر مبنی monitoring system بھی متعارف کروایا ہے۔ ان تین باتوں کا جواب دیں۔ اس کے ساتھ میں یہ بھی کہوں گا کہ it is very unfortunate تمام اراکین کے سامنے یہ چارٹ ہے، آپ کے سامنے بھی ہے، آپ کی توجہ بھی چاہوں گا، اس چارٹ کے سیریل نمبر ایک صاحب، محمد عبداللہ ہیں۔ ان پر charges کیا ہیں؟ جواب میں

Inefficiency, misconduct, corruption was found, allegedly involved in لکھا ہے کہ facilitating passengers in smuggling high valued electronic items.ان کو فیصل آباد ایئرپورٹ پر پکڑا گیا۔ بعد میں ان کو انہوں نے ریٹائرمنٹ دے دی۔ آگے دیکھیں۔۔۔۔ (T02 پر جاری ہے)

T02-23Oct2026 Ali/Ed: Mariam 10:50am

سینیٹر شہادت اعوان: (جاری ہے۔۔۔۔۔) یہ کہتے ہیں کہ اس پر charges کیا ہیں inefficiency, misconduct, corruption was found allegedly involved in facilitating passengers in smuggling high-value electronic items. یہ Faisalabad Airport پر پکڑا گیا اور اس کو انہوں نے retirement دے دی۔ نمبر دو، وہ misconduct ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اس کو lower grade کے اندر کر دیا۔ باقی، انہوں نے آگے یہ بتایا ہے کہ Serial No. 10 پر جو آدمی ہے، اس نے کروڑوں روپے کا نقصان پہنچایا، کہتے ہیں اس کا ایک increment ہم نے روک لیا۔ ذوالفقار misconduct اور corruption میں involve تھا، اس کو انہوں نے censure کر دیا۔ تو میرا کہنا اور میری گزارش یہ ہے کہ اگر وہ آدمی، جس کے بارے میں آپ خود کہتے ہیں کہ آپ کی inquiry میں ثابت ہوا کہ وہ smugglers کے ساتھ ملوث تھا اور اس نے corruption کی، تو اس آدمی کو service پر رکھنے کی کیا وجہ ہے؟ صرف censure کرنا یا اسے warning دے دینا؟ اس طریقے سے تو customs کے اندر یہ کام چلتا رہے گا۔ میں نے جو تین باتیں وزیر صاحب سے پوچھی ہیں، اس کا وہ جواب دے دیں، تو میں مطمئن ہو جاؤں گا۔

جناب قائم مقام چیئرمین: منسٹر کیانی صاحب، please.

بلال اظہر کیانی (وزیر مملکت برائے خزانہ و محصولات): شکریہ! جناب قائم مقام چیئرمین! شہادت اعوان صاحب ایک سنجیدہ سینیٹر ہیں اور ہم ان سے ویسے بھی legislation اور دوسرے معاملات میں رہنمائی لیتے رہتے ہیں اور ہمیشہ اہم سوالات اٹھاتے ہیں۔ میرے خیال ہے کہ یہ بڑا جائز سوال ہے اور یقیناً آپ نے دیکھا ہے کہ چاہے FBR ہو یا دیگر محکمے ہوں، وہاں بدقسمتی سے inefficiency یا corruption ہو، تو یہ کہنا کہ یہ چیزیں exist نہیں کرتی ہیں، تو یہ حقیقت پر مبنی بات نہیں ہوگی۔ میں

حکومت کی معاشی ٹیم کا رکن ہوتے ہوئے آپ کو اس بات کی یقین دہانی کروانا چاہتا ہوں کہ جتنا focus وزیرِ اعظم شہباز شریف صاحب کا FBR کو سدھارنے اور اس کے علاوہ across the board محکموں کے اندر یہ ensure کرنے پر ہے کہ نہ صرف honestاور competent افسران ہوں، بلکہ private sector سے بہترین talent ہم حکومت میں لے کر آئیں، اس سے زیادہ میرا نہیں خیال کسی بھی وزیرِ اعظم کا اس طرح کا focus رہا ہے۔

میں customs پر general بات کروں گا، شہادت اعوان صاحب اور ایوان کے علم کے لیے کہ customs اور airports پر بات کرنے سے پہلے، ports پر آپ نے دیکھا ہے کہ اسی issue کو solve کرنے کے لیے وزیرِ اعظم نے faceless customsکا program شروع کیا۔ Based on technology, based on AI اور اس کا مقصد یہ ہے کہ پہلے جو importer and appraiserکا گٹھ جوڑ ہوتا تھااور importer کو پتا ہوتا تھا کہ appraiser کون ہے، تو وہ آپس میں معاملات طے کر لیتے تھے؛ تو اس چیز کو یقینی بنانے کے لیے کہ یہ ممکن نہ ہو، اب ایک faceless customs کا processہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ نہ importer کو پتا ہوتا ہے کہ appraiser کون ہے، نہ appraiser کو پتا ہوتا ہے کہ میں کس کی goods کی appraisement کر رہا ہوں اور ایک faceless طریقے سے نظام چل رہا ہے۔ ہم نے دیگر شعبوں، importer اور businesses سے بھی پوچھا ہے اور ابھی تک جو ہمیں feedback ملی ہے، لوگوں نے تصدیق کی ہے کہ اس سے کافی بہتری آئی ہے۔

اسی طرح کی effort اب airports پر بھی ہو رہی ہے اور آگے آپ دیکھیں گے کہ وزیرِ اعظم صاحب نے generally ایک overall task force قائم کی ہے، جس میں airport experienceہے چاہے وہ customs ہو، ASF ہو یا FIA کے لوگ ہوں اور شہریوں کے experiences کو بھی improve کرنے کے لیے سب کی ایک united effortکی ضرورت ہے اور اس کو coordinated طریقے سے دیکھنا ہو گا۔ مگر بالخصوص customs کا جو معاملہ ہے، وہاں یقیناً بہتری کی گنجائش ہے، کہ وہاں کوئی گڑبڑ کا عنصر ہو یا شہری جو بلاوجہ تنگ ہوتے ہیں، یہ دونوں چیزیں وزیرِ اعظم صاحب کے focus میں ہیں۔

جو بات شہادت اعوان صاحب نے cases کے بارے میں کی، پچھلا سوال یہ تھا کہ پچھلے تین سالوں میں کتنے cases ہیں جن پر inquiry کی گئی ہے، تو وہ کل 31 cases ہیں۔ اس table کے اندر کافی ایسے cases بھی ہیں جہاں dismissal from serviceکیا گیا ہے۔ مگر میں یہ سمجھتا ہوں کہ شہادت اعوان صاحب کی اٹھائی گئی بات جائز ہے اور کچھ casesایسے ہیں جہاں شاید اگر کسی شخص نے smuggling میں assist کیا تھا، تو penalty زیادہ strong ہو سکتی تھی۔ I will take these cases back; اس میںdeciding authority member, Admin FBR کے ہوتے ہیں اور appellate authority, Chairman FBR ہوتے ہیں۔ مگر ایوان کیguidance سے اور شہادت اعوان صاحب کے اٹھائے گئے cases سےwe will go back and look at these cases as well جہاں شاید اس طرح کی سزا نہیں ہو سکی جو اس forum پر ہونی چاہیے تھی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی پلیز، ایک منٹ کے بعد آپ۔۔

سینیٹر شہادت اعوان: خالی یہ کہنا تھا کہ آپ نے 31 cases کی list دی۔ بات یہ ہے کہ 20 نومبر 2025 کو ایک اخبار میں بہت بڑی خبر لگی، ہماری یہی حکومت تھی کہ بڑے airports پر اربوں روپے کی corruption کے خلاف تحقیقات میں اہم پیش رفت ہوئی ہے International cargo company Gerry's Dnata and customs کے بدعنوان افسران کی ملی بھگت سے ڈیڑھ برس میں خزانے کو اربوں روپے کا نقصان پہنچایا گیا اور وفاقی ٹیکس محتسب نے قیمتی imported سامان کی چوری اور جعلی clearance کے سہولت کار افسران کے خلاف تحقیقات مکمل کرنے کا حکم دیا۔ وزیر صاحب! چونکہ یہ case اس میں نہیں ہے، تو میرا یہ کہنا ہے کہ آپ check کریں کہ تین صفوں کی اتنی بڑی خبر public کے سامنے آ رہی ہے۔۔

جناب قائم مقام چیئرمین: Chair کو مخاطب کریں۔

سینیٹر شہادت اعوان: آپ نے ایوان میں جو list دی ہے اس میں نہیں لکھا ہے، آپ ایوان کو بتائیں کہ اس میں اربوں روپے کی جو electronics کی چیزیں ہیں، جیسے 101 laptops, 246 tablets, 102 iPads, 7 MacBooks, 46 PlayStations and 258 iPhones ہیں۔۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جو آپ پڑھ رہے ہو، یہ ساری چیزیں ان کے سامنے پڑیں ہیں۔

سینیٹر شہادت اعوان: میں ان کے سامنے ہی پڑھ رہا ہوں، وہ سن رہے ہیں، آپ بھی سن رہے ہیں، جناب قائم مقام چیئرمین! یہ ملک و قوم کا مسئلہ ہے۔ ان 31 cases کی list میں یہ کیوں نہیں ہے؟ جبکہ وفاقی محتسب نے بھی تحقیقات کا کہا تھا، تو پھر کیا بنا؟

جناب قائم مقام چیئرمین: کیانی صاحب،.please

جناب بلال اظہر کیانی: شکریہ، جناب قائم مقام چیئرمین! شہادت اعوان صاحب نے جس case کا ذکر کیا ہے، سوال کے اندر یہ تھا کہ پچھلے تین سالوں میں FBR نے کن cases میں inquiry شروع کی ہے، تو وہ list فراہم کر دی گئی ہے۔ اس particular caseمیں شہادت اعوان صاحب سے ابھی detail لوں گا؛ اگر اسی تین سال کی مدت میں وہ case تھا اور اس میں inquiry ہونی چاہیے تھی، تو کیوں نہیں ہوئی، یہ بھی میں check کروں گا۔ میری تجویز ہوگی کہ شہادت اعوان صاحب اس caseکے حوالے سے ایک particular question ڈال دیں اگر آپ نہیں بھی ڈالیں گے تو میں ان سے تفصیل لے لوں گا اور جب آپ ہدایت دیں گے، تو ہم ایوان میں اور standing committee میں اس پر briefingدے دیں گے۔ I sure the House,کہ ہم اس معاملے پر مکمل آگاہی کریں گے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ٹھیک ہے۔ خلیل طاہر سندھو صاحب۔

سینیٹر خلیل طاہر سندھو: شکریہ، جناب قائم مقام چیئرمین۔ میرا *Sahib* honorable Minister سے question ہے کہ ہمارے senior lawyer شہادت اعوان صاحب نے Muhammad Abdullah, Inspector Customs, BS-16 کے بارے میں لکھا ہے کہ inefficiency, misconduct and corruption was found allegedly involved. رانا ثناء اللہ صاحب بھی یہاں بیٹھے ہیں؛ اگر وہ allegedly involve ہے، تو اس کو انہوں نے کس طریقے سے retirement دے دی ہے؟Alleged کا مطلب تو کچھ اور ہوتا ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ دوبارہ کہہ دیں۔

سینیٹر خلیل طاہر سندھو: Allegedly involved یعنی مبینہ طور پر۔ اس کو کس طریقے سے یہ کر سکتے ہیں؟ اس کو Committeeمیں بھیجیں۔ اگر allegedly involved ہے، اس کا مطلب ہے کہ they have no evidence، صرف الزام ہےاور اس پر آپ اس کو جبری retire کر رہے ہیں۔ اپناجواب دیکھ لیں یامیں نے جواب تو غلط نہیں پڑھا۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی، کیانی صاحب۔

جناب بلال اظہر کیانی: For the purpose of transparency, آپ standing committee میں ہدایت دیں گے، تو ہم customs کے تمام افسران کو لے کر ایک ایک case کی تفصیل دینے کو تیار ہیں۔ میں صرف اتنا highlightکرنا چاہوں گا کہ میں نے بھی یہ table ابھی دیکھا ہے، خلیل طاہر صاحب جس column کا ذکر کر رہے ہیں، وہاں صرف charges کو بیان کیا گیا ہے اور اس کا نتیجہ اگلے column میں ہے۔ Charge میں allegation لگی ہوئی تھی اور اگلے column میں نتیجہ تھا۔ بہرحال یہ ایک اہم issue ہے اور اگر آپ ہدایت کریں گے، تو standing committee میں اس پر تفصیلی presentation اور briefing دےدیں گے، شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: سینیٹر روبینہ صاحبہ۔

سینیٹر روبینہ قائم خانی: شکریہ جناب! وزیر صاحب نے جس طرح فرمایا، ویسے تو یہ standing committee میں جانا چاہیے تاکہ fully briefکریں جو ممبرز چاہتے ہیں۔ دوسرا میرا سوال یہ ہے کہ پچھلے تین سالوں میں Prime Minister *Sahib* کے دور میںcustomsکے حوالے سے کیا reforms ہوئے ہیں کہ جن سے بہتری آئے؟ اگر یہ معاملہ standing committeeمیں جا رہا ہے، تو اس حوالے سے بھی ممبرز کو brief کیا جائے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی، کیانی صاحب۔

جناب بلال اظہر کیانی: بڑی اچھی تجویز ہے سینیٹر صاحبہ کی، customs کے faceless system میں کیا changes آئے، businesses کی کیا feedback رہی اور practically timing and assessment میں کتنی بہتری آئی، businessesکے لیے کیاآسانیاں رہیں، اس پر ہم بڑی خوشی سے standing committee میں briefing دینے کو تیار

ہیں۔ سینیٹر صاحبہ کی تجویز پر آپ یہاں سے ہدایت دیں گے تو we will be very happy کہ سینیٹر سلیم مانڈی والا صاحب کی صدارت میں ہونے والی کمیٹی کے ایجنڈا میں یہ لگایا جائے اور ہم آپ کے سامنے حقائق پیش کریں گے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: یہ committee میں بھیج دیں۔

Question No.75, Senator Hidayatullah Khan *Sahib*.

سینیٹر حاجی ہدایت اللہ خان: شکریہ جناب چیئرمین! میں نے جو سوال نمبر 75 پوچھا تھا، اس کا جواب صحیح ہے اور اس سے میں مطمئن ہوں۔ اس میں کوئی ضمنی سوال نہیں بنتا۔

Mr. Acting Chairman: Question No. 79, Senator Muhammad Talha Mahmod.

[Followed by T03]

T03–23Oct2026 Imran/ED: Mariam 11:00 am

Mr. Acting Chairman: Thank you. Question No.79. Senator Talha Mahmood.

Q.No.79

سینیٹر محمد طلحٰہ محمود: جی، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ سوال نمبر 79 ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: یہ موخر شدہ سوالات ہیں نا۔

سینیٹر محمد طلحٰہ محمود: جناب! یہ سوال نمبر 79 ہے لیکن یہ Senate starred question number 16 ہے۔ نیچے جو 16 لکھا ہے لیکن یہ 79 انہوں نے اس میں لکھا ہے۔ بہرحال، میں اس جواب سے اس لیے مطمئن نہیں ہوں کہ یہ Pakistan Customs کے 89 لوگ ہیں جن کے بارے میں انہوں نے details دیں ہیں، انہوں نے Inland Revenue کے 40 لوگوں کی details دیں ہیں اور 114 Pakistan Customs کے اور 113 Inland Revenue کے۔ جناب!، اس میں انہوں نے straight away صرف اتنی سی بات لکھی ہے کہ جیسے میں آپ کو اس میں بتا دیتا ہوں کہ انہوں نے لکھا...commission

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ question کر لیں۔

سینیٹر محمد طلحٰہ محمود: میں وہی question کر رہا ہوں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ سوال کر لیں۔

سینیٹر محمد طلحٰہ محمود: اس میں جو انہوں نے short میں صرف corruption لکھا ہے۔ کیا corruption ہے یا کیا detail ہے، یہ کچھ نہیں بتایا۔ مجھے اس میں آپ سے یہ درخواست کرنی ہے کہ یہ بہت important سوال ہے اور اس میں بڑی detailed discussion کرنے کی ضرورت ہے۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ اس کو اگر آپ کمیٹی کو refer کر دیں کیونکہ یہ آپ دیکھ لیں کہ اگر میں بولنا شروع کروں گا تو تقریباً یہ پورا سینیٹ کا session اسی میں گزر جائے گا اور اس میں یہ سوال کا پورا جواب نہیں دے سکیں گے کیونکہ اس میں انہوں نے صرف corruption لکھی ہے، ان سے میں نے details بھی پوچھنی ہیں کہ اس میں کیا details ہے۔ اس میں انہوں نے minor سا fine کر دیا ہے۔ جیسے یہ اس کے اندر کئی جگہوں پر لکھا ہے Director General Mirza Imtiaz کو 04-02-2022 کا notification No.02 کے ذریعے، تو اس سے مجھے detail نہیں پتا چلے گی۔ میری آپ سے درخواست ہو گی کہ یہ بہت important ہے، اس کو آپ کمیٹی کو refer کر دیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ کیا کہتے ہیں۔

جناب بلال اظہر کیانی (وزیر مملکت برائے خزانہ و محصولات): جناب! اگر آپ مناسب سمجھتے ہیں تو بالکل کمیٹی کو refer کر دیں۔ میں صرف اتنی نشان دہی کرنا چاہوں گا کہ میں اس سوال کے جواب کو بھی دیکھ رہا تھا، annexure بھی دیکھ رہا تھا، تو 114 cases کے، customs کے، 113 cases Inland Revenue Service کے، اُن کا پورا annexure پیچھے لگا ہوا ہے جس کے اندر افسر کا نام، اُس کا عہدہ، آگے اُس کے خلاف شکایت کیا تھی اور آخر میں اُس کے خلاف کیا action لیا گیا ہے۔ تو اُس کی summary ایک annexure کی صورت میں ضرور پیش کی گئی ہے۔ مزید تفصیلات اگر آپ چاہتے ہیں تو وہ بالکل senator صاحب سے ہمارا regular مکالمہ Standing Committee میں ہوتا ہے۔ جس طرح House ہدایت کرے گا تو ہم وہاں پر briefing prepare کر لیں گے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جتنی detail آپ کو چاہیے وہ آپ کی table پر پڑی ہوئی ہے۔ یہ میرے سامنے بھی ہے۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: نہیں، detailآپ کے پاس۔۔۔

(مداخلت)

سینیٹر محمد طلحٰہ محمود: Commissioner ہے۔ Inland Revenue, misconduct, corruptionاور اُس کے آگے اُس کاnotification numberاور 13-10-2025. مجھے اس سے کیا پتا چلے گا؟

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ کو کس قسم کی details چاہیے؟ وہ آپ کے سامنے دے رہے ہیں۔ آپ پڑھ لیں۔

سینیٹر محمد طلحٰہ محمود: یہ سارے میرے پاس ہیں لیکن اس میں وہ تفصیلات نہیں ہیں۔ تو تفصیلات کے لیے میں سمجھتا ہوں کہ اگر کمیٹی کو refer کر دیں۔ یہ بہت important ہے اور اس کے ساتھ میں ایک بات ضرور کرنا چاہوں گا کہ میں ابھی اس میں دیکھ رہا تھا کہ اس میں 2026ء کے اندر، جو موجودہ چیئرمین، اُن کو میں appreciate کروں گا کہ اُنہوں نے اس پر بہت زیادہ کام کیا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ چونکہ اُنہوں نے اس پر بہت زیادہ کام بھی کیا ہے اور اُنہوں نے کافی بہتری لانے کی کوشش کی ہے اور ابھی Minister Revenue اگر kindly میری بات سن لیں۔۔۔

Mr. Acting Chairman: Order in the House.

سینیٹر محمد طلحٰہ محمود: Minister Revenue! میری بات سن لیجیے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ۔۔۔

Mr. Acting Chairman: State Minister Revenue.

سینیٹر محمد طلحٰہ محمود: جی؟

جناب قائم مقام چیئرمین: یہ State Minister ہیں۔ نہیں نہیں، بہت فرق ہے۔ چلیں آپ بات کر لیں۔

سینیٹر محمد طلحٰہ محمود: میری بات سن لیں، میں ان کے بارے میں یہ کہہ رہا ہوں کہ Chairman FBR نے بڑے اچھے actions لیے ہیں اور اُنہوں نے اس پر بہت زیادہ کام بھی کیا ہے۔ میں اُن کو appreciate بھی کرتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ اگر کمیٹی میں refer ہوگا تو کمیٹی میں ان کے ساتھ discussion کرنے سے اس میں بڑی بہتری آنے کا chance ہے۔ یہ بہت زیادہ cases ہیں۔ اگر میں دیکھوں تو تقریباً ساڑھے تین سو cases ہیں اور ان ساڑھے تین سو cases کو ادھر senate میں اب discuss تو نہیں کیا جا سکے گا۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی، بس آپ کا ہو گیا نا؟

سینیٹر محمد طلحٰہ محمود: کیا refer ہو گیا؟

جناب قائم مقام چیئرمین: نہیں نہیں، ابھی تک۔۔۔جی، آپ بات کریں۔

جناب بلال اظہر کیانی: جناب! میرا خیال ہے کہ ایک تو چلیں کافی تفصیل میں بات ہو گئی لیکن جس حد تک question hour کی کتاب کے اندر ایک خلاصہ پیش کیا جا سکتا ہے، تقریباً ڈھائی سو یا ڈھائی سو سے تھوڑے کم cases ہیں تو میرے خیال سے مناسب تفصیل ہے۔ اس سے زیادہ جو تفصیل چاہ رہے ہیں تو بے شک اس میں سے specific cases کی نشان دہی کر دیں اور جس case کی تھوڑی مزید تفصیل چاہتے ہوں گے وہ ہم ان کو فراہم کروا دیں گے۔ یہ House کا prerogative ہے کہ آپ یہاں سے کوئی بھی case refer کر دیں لیکن Standing Committee میں صرف ایک اتنا issue ضرور ہوتا ہے کہ یہاں پر بھی تفصیلی گفتگو ہو گی اور وہاں پر بھی پھر ایک ایک case کے اندر تفصیل میں وہاں پر اگر آپ جائیں گے تو۔۔۔

جناب قائم مقام چیئرمین: یہ یہاں ہو گی یا وہاں ہو گی۔

جناب بلال اظہر کیانی: جی۔ تو دونوں جگہوں پر شاید بہتر وقت کا استعمال نہ ہو سکے۔ مگر میرا خیال ہے کہ بہتر طریقہ شاید یہ ہے کہ میں اس کے بعد سینیٹر صاحب کے ساتھ بیٹھ جاتا ہوں، وہ جس جس case کی نشان دہی کریں گے یا مزید تفصیل چاہیں گے، وہ ہم کوشش کر کے FBR سے record نکلوا کے ان کو فراہم کر دیں گے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی سینیٹر محمد عبدالقادر صاحب۔ پلیز۔

سینیٹر محمد عبدالقادر: جی، میرا کوئی سوال ہے؟ اچھا سر۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: طلحہ صاحب! ابھی آپ منسٹر صاحب کے ساتھ بیٹھ کر یہ ساری چیزیں یا آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔

سینیٹر محمد طلحٰہ محمود: جناب! کمیٹی ہوتی ہی اس چیز کے لیے ہے کہ اُس میں وہ detailed discussion ہو سکے جو House کے اندر نہیں ہو سکتی اور میں سمجھتا ہوں یہ اُن کے لیے بھی بہتر ہوگا۔ میں اُن کے حق میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ اور اس کے اندر یہ بہت سارے

cases ہیں۔ ابھی اگر آپ کہیں گے تو میں بولنا شروع کر دیتا ہوں لیکن یہ اس میں time بہت لگ جائے گا۔ اس میں اگر آپ House کی sense لینا چاہتے ہیں تو House کی sense لے لیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: طارق فضل چوہدری صاحب کی رائے بھی لیتے ہیں۔ جی بتائیں۔

ڈاکٹر طارق فضل چوہدری: Honourable Chairman صاحب! میری بہت ہی humble submission ہے کہ وزرا مکمل تیاری کے ساتھ یہاں اجلاس میں honourable senators کے سوالات کا جواب دینے کے لیے آتے ہیں اور اگر کسی جگہ پر سینیٹر صاحبان سمجھتے ہیں یا وہ مطمئن نہیں ہوتے تو بالکل کمیٹی کو بھیج دیا جائے، اس میں ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ وہاں پر بھی ہمارے سارے منسٹر صاحبان جاتے ہیں اور کمیٹی میں تمام ممبران کو satisfy کرتے ہیں لیکن میری humble submission صرف یہ ہے کہ یا سوال کو یہاں thoroughly discuss کر لیا جائے اور اُس کا جواب لے لیا جائے یا اس کو کمیٹی میں refer کر دیا جائے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: طریقہ بھی یہی ہونا چاہیے۔

ڈاکٹر طارق فضل چوہدری: کیونکہ یہاں پر جب آپ پندرہ یا بیس منٹ ایک سوال پر چار چار ضمنی سوالات پوچھے جائیں اور تفصیل کے ساتھ ان کا جواب دیا جائے اور end پر پھر اسے refer کر دیا جائے، تو میرا خیال ہے اور جیسا کہ ابھی ہمارے منسٹر بلال صاحب نے بھی بات کی ہے کہ یہ وقت کا کوئی بہت موزوں استعمال نہیں ہوگا۔ اگر آپ پانچ ضمنی سوالات کرنے کے بعد بھی اس کو refer کر رہے ہیں تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ وہ مناسب نہیں ہوگا۔ آپ کے اگر پچیس سوال ہوتے ہیں۔۔۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: آ کو جب mic ملے گا تو بات کریں۔

ڈاکٹر طارق فضل چوہدری: جناب! میری بات سنیں۔ اگر آپ کے اس booklet میں ایک دن میں پچیس سوالات آتے ہیں تو پانچ یا چھ یہاں پر discuss ہوتے ہیں اور اگر وہ چھ پھر آپ نے کمیٹی میں ہی بھیجنے ہیں تو وہ چھ پہلے ہی کمیٹی کو بھیج کر اُس سے اگلے سوالات ہم یہاں پر discuss کر لیں تاکہ زیادہ سینیٹر صاحبان کے سوالوں کے جواب آ جائیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: بالکل، اس میں time کی بھی بچت ہو گی۔

(مداخلت)

ڈاکٹر طارق فضل چوہدری: جناب! اگر جواب نہ ہو تو پھر چھ supplementary سوالات کس لیے کر رہے ہیں؟ اسی لیے کر رہے ہیں کہ ان کے جواب آ رہے ہیں اور مختلف سینیٹر صاحبان پوچھ رہے ہیں۔ تو یہ میری humble submission ہے۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: طلحہ صاحب! آپ بتا دیں۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: سینیٹ کے rules میں بولنے کا بھی ایک time ہوتا ہے اور اُس کے لیے بھی ایک۔۔۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: منسٹر صاحب نے کہا کہ اس پر اگر آدھا یا پونا گھنٹہ بات ہو گی اور اُس کے بعد کمیٹی میں جائے گا۔۔۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: ہم یہی تو کہہ رہے ہیں نا۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ کے آنے سے پہلے ہم نے دو بھیج دیے ہیں۔ آپ چونکہ late آئے ہیں تو آپ کو پتا نہیں ہے، آپ late آئے ہیں۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ نہیں تھے نا، ہم نے دو بھیج دیے ہیں۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: ہم نے آج یہیں سے شروع کیا ہے جہاں پر آپ بیٹھے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب! آپ ہمیں اس طرح تو نہیں الجھا سکتے۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: جی منسٹر صاحب۔

ڈاکٹر طارق فضل چوہدری: جناب! ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔اس کو کمیٹی میں بالکل بھیج دیں۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن میں جو بات عرض کر چکا ہوں کہ دونوں میں سے ایک practice ہونی چاہیے۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: طلحہ صاحب دو منٹ۔ابھی آپ نے بات کی ہے۔آپ پلیز بیٹھیں۔ میں آپ کو بتاؤں۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: دیکھیں، نہیں،آپ سے اس طریقے سے تو نہیں،آپ کو کوئی mic دے گا تو آپ بات کریں نا۔

(جاری۔۔۔۔T04)

T04-23Oct2026 Abdul Ghafoor/ED: Mariam 11:05 AM

جناب قائم مقام چیئرمین: (جاری۔۔۔۔۔) اس طریقے سے نہیں،آپ کو کوئی mic دے گا تو بات کریں گے ناں؟

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: ہم نے آج فلک ناز صاحبہ سے ہی اجلاس شروع کیا ہے۔آپ late ہیں۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: سینیٹر محمد ہمایوں مہمند صاحب، جی، پلیز۔ ہمایوں صاحب کا mic on کریں۔

سینیٹر ہمایوں مہمند: جناب چیئرمین! بہت بہت شکریہ۔جناب! مجھے ایک بات بتائیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی، سینیٹر صاحب۔

سینیٹر محمد ہمایوں مہمند: جناب چیئرمین! سینیٹ میں ہم یہاں پر ایک سوال کرتے ہیں۔پہلا میرا سوال ہے، اس میں مطمئن نہیں ہوں۔ میں آپ سے request کرتا ہوں کہ میرا question کو کمیٹی میں بھیج دیں۔ کمیٹی کا کام ہی یہی ہے کہ ان questions کے اوپر

detailed discussion کریں۔ وہاں پر آپ کے پاس پوری team ہوتی ہے، منسٹر بھی ہوتے ہیں، سب چیزیں ہوتی ہیں۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ سوال کو کمیٹی میں نہ بھیجنے کی۔ کیوں نہیں؟۔ ڈاکٹر طارق فضل چوہدری صاحب کہہ رہے تھے کہ اس کے اوپر پانچ supplementary questions ہو گئے، پھر تو چلیں سمجھ آتی ہے۔ یہاں پر پہلا question پوچھ رہے ہیں، وہ کہہ رہے ہیں کہ میں مطمئن نہیں ہوں۔ جناب ! اسے کمیٹی میں بھیج دیں۔

(مداخلت)

سینیٹر محمد ہمایوں مہمند: جناب ! میں نہیں کر رہا، وہ کر رہے ہیں۔ آپ کے اس طرف بیٹھے ہوئے ہیں، انہوں نے آپ کو vote دیا ہے، ہمارے لوگوں کو vote نہیں دیا، خدا کا خوف کریں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: سینیٹر خلیل طاہر سندھو صاحب، آپ پلیز بیٹھیں۔

سینیٹر محمد ہمایوں مہمند: انہوں نے آپ کے تابوت کو کندھا دے کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ کندھا ہلا دیا تو نیچے گروگے۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: چلیں ہمایوں صاحب کی بات ختم ہو گئی ناں۔ فیصلہ تو یہاں سے ہو گا ناں۔ جی، بتائیں منسٹر صاحب۔ بلال کیانی صاحب، بتا دیں۔

جناب بلال اظہر کیانی: (وزیر مملکت برائے مالیات اور محصولات) جناب ! ہم تو پہلے ہی کہہ چکے ہیں۔

(مداخلت)

Mr. Acting Chairman: Order in the House, Senator Falak Naz, please.

(مداخلت)

Mr. Acting Chairman: Senator Nasir Mehmood Sahib. Order in the House, please.

جناب بلال اظہر کیانی: جناب چیئرمین ! میں نے چھ منٹ پہلے عرض کی تھی، آپ کر دیجیے۔ چلیں شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: اس کو کمیٹی میں refer کرتے ہیں۔ سوال نمبر81 سینیٹر بلال احمد خان صاحب۔ جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔ سوال نمبر93 سینیٹر مشال اعظم صاحبہ۔ جی، بیٹھی ہوئی ہیں۔

(Q.No.81)

سینیٹر مشال اعظم: جناب چیئرمین! شکر ہے، پہنچ گئی ہوں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ کا سوال نمبر کیا ہے؟ آپ نے نہیں بولنا۔

سینیٹر مشال اعظم: جناب چیئرمین! جی، میں سوال نمبر93 بول رہی ہوں۔

(Q.No.93)

جناب قائم مقام چیئرمین: جی، پلیز۔

Senator Mashal Azam: Will the Minister for Finance and Revenue be pleased to state a year-wise record for the last 10 years of accounts.

Mr. Acting Chairman: Order in the House, please.

سینیٹر مشال اعظم: جناب چیئرمین! مجھے بولنے دیں ناں! ایک منٹ گزارا کرلیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: میڈم مشال، آپ جو پڑھ رہی ہیں یہ تو لکھا ہوا ہے۔ آپ question کرلیں۔

سینیٹر مشال اعظم: جناب چیئرمین! میں اسی کا بتا رہی ہوں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی، کرلیں۔

سینیٹر مشال اعظم: جناب چیئرمین! میں یہاں tuition نہیں لینے آئی ہوں، صبر کریں، اس میں ایک fault ہے، اس کی بات کر رہی ہوں۔ ٹھیک ہو گیا؟

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: بٹ صاحب، یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔

سینیٹر مشال اعظم: جناب چیئرمین! Commentary کریں گے تو وہ rules نکال لیں، جب ان کے پیچھے ہم بات کرتے ہیں تو آپ rules نکال کر ہمیں کتابیں دکھاتے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ مجھ سے ضمنی سوال کریں۔ آپ سوال کر لیں۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: نہیں، منسٹر صاحب بیٹھے ہوئے ہیں، اگر ہمیں کوئی بات سمجھ نہیں آتی تو منسٹر صاحب جواب دیں گے۔

سینیٹر مشال اعظم: جناب چیئرمین! اگر انہوں نے کوئی اور بات پوچھنی ہے تو ایک ہی ساتھ پوچھ لیں، پھر ان کو rules بتا دیں، پھر ہمیں بتا دیں تاکہ مسئلہ sort out ہو جائے۔ جناب! یہ کون سا طریقہ ہے؟

جناب قائم مقام چیئرمین: جی، سینیٹر مشال صاحبہ آپ بات کریں۔ آپ question کریں۔ No cross question جی، مشال صاحبہ، آپ ضمنی سوال کر لیں۔

سینیٹر مشال اعظم: جناب چیئرمین! میں actually اس حوالے سے بات کرنا چاہ رہی ہوں کہ جو ہمارا مسلسل issue آ رہا ہے، ہمیں کتابوں میں بتاتے رہتے ہیں کہ tobacco cess میں ساری چیزیں مل رہی ہیں، کاغذوں میں ہوتی ہیں لیکن ground پر وہ چیزیں نہیں ہیں۔ پچھلی مرتبہ بھی جب میرا سوال آیا مجھے کاغذ میں بہت اچھے طریقے سے satisfy کرا دیا گیا تھا لیکن ground پر وہ چیز بالکل بھی نہیں تھی۔ جناب! صوابی سے میرا تعلق ہے، پاکستان کا سب سے بڑا tobacco grower area ہے لیکن اس کی royalty یا compensation ہمارے لوگوں کو نہیں مل رہی۔ آج بھی ہمارے کاشتکار ذلیل ہو رہے ہیں۔ اس budget میں جو ان کے ساتھ ہوا ہے۔۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ question کریں ناں، تقریر تو نہ کریں۔

سینیٹر مشال اعظم: جناب چیئرمین! مجھے بات تو کرنے دیں، تقریر نہیں کر رہی، question ہی کر رہی ہوں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: نہیں، نہیں آپ question کریں۔

سینیٹر مشال اعظم: جناب چیئرمین! آپ مجھے dictate تو نہیں کر سکتے ناں؟

جناب قائم مقام چیئرمین: نہیں، میں کیسے dictate کرتا ہوں؟

سینیٹر مشال اعظم: جناب چیئرمین! آپ مجھے کیسے dictate کر سکتے ہیں؟

جناب قائم مقام چیئرمین: نہیں، آپ question کر لیں، جو میرے سامنے question ہے۔

سینیٹر مشال اعظم: جناب چیئرمین! نہیں، آپ اپنے الفاظ تو میرے منہ میں نہیں ڈال سکتے ناں!

جناب قائم مقام چیئرمین: نہیں، نہیں۔

(مداخلت)

سینیٹر مشال اعظم: جناب چیئرمین! مجھے بات کرنے دیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ question کر لیں۔ آپ rule کے مطابق question کریں تقریر نہ کریں۔

سینیٹر مشال اعظم: جناب چیئرمین! میں بات نہیں کروں گی۔ ہمیں بتائیں کہ آپ نے جو کاغذی کارروائی کی ہوئی ہے یہ reality میں نہیں ہے۔ ہمارے کاشت کار یا tobacco cess royalty کی بات کر رہے ہیں وہ ہمیں نہیں دے رہے۔ آپ کاشت کاروں کو compensate نہیں کر رہے۔ جناب! بتائیں ہم لوگ کیا کریں؟

جناب قائم مقام چیئرمین: جی، آپ کا question آ گیا ہے۔ جی، بلال کیانی صاحب۔

جناب بلال اظہر کیانی: جناب چیئرمین! شکریہ۔ سینیٹر صاحبہ کا tobacco development cess, federal excise duty and sales tax تین چیزوں پر سوال ہے۔ FED and sales tax کی ساری تفصیلات اس table میں دے دی گئی ہیں۔ Tobacco development cess صوبے کا معاملہ ہے، ان کا وفاق سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ وفاقی حکومت tobacco development cess کی کوئی collection نہیں کرتی۔ پچھلے 10 سالوں میں تمباکو سے FED and sales tax جو collect ہوئی ان کی ساری تفصیلات دے دی گئی ہیں۔ جہاں تک distribution اور تقسیم کا سلسلہ ہے FED and sales tax دونوں divisible pool میں جاتے ہیں، جس سے پھر آگے صوبوں کو NFC award کے تحت وسائل تقسیم کیے جاتے ہیں۔ جس سے کسی بھی صوبے میں کوئی تفریق نہیں ہوتی جو اس طرح formula کے تحت خیبر پختونخوا کے صوبے کو ملتا رہا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ

beyond NFC کے divisible pool کا ایک حصہ FED and sales tax کا وہاں پر جاتا ہے۔ ایک فیصد war on terror کا بھی KP میں جاتا رہا ہے۔ بہرحال یہ سوال کا مختصر جواب ہے اور جو سوال میں معلومات مانگی گئی تھی وہ دے دی گئی ہے۔ میرا خیال سے tobacco development cess کا سوال بہتر ہے کہ خیبر پختونخوا کی حکومت یا ماضی میں وہاں پر dispensations رہی ہیں آپ ان سے پوچھ لیجیے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: کوئی ضمنی سوال ہے؟

سینیٹر مشال اعظم: جناب چیئرمین! میں نے ان سے جو question پوچھا تو انہوں نے کہا ہے کہ خیبر پختونخوا کی حکومت اس کی جواب دہ ہے۔ جناب! یہ طریقہ نہیں ہوتا ناں!

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: بٹ صاحب دیکھیں ناں!

سینیٹر مشال اعظم: جناب چیئرمین! میں نے ان سے جو question کیا ہوا ہے کہ ہمارے tobacco cess پر انہوں نے tax بڑھا دیا ہے۔ انہوں نے بجٹ میں grower پر tax بڑھا دیا ہے اور ہمیں اس کی compensation نہیں مل رہی۔ آپ royalty کی بات کرتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں خیبر پختونخوا کی حکومت کے پاس ہے۔ آپ ہمیں بتائیں کہ اس سال کتنی royalty خیبر پختونخوا کی حکومت کو دی ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی، منسٹر بلال کیانی صاحب۔

جناب بلال اظہر کیانی: جناب چیئرمین! میں پھر سے دہراؤں گا tobacco cess ایک صوبائی معاملہ ہے۔ صوبے کی حکومت cess لگاتی ہے، صوبے کی حکومت کے پاس اس کا جواب ہوگا۔ وفاقی حکومت یا FBR کا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں نے اسی لیے گزارش کی تھی کہ یہ تفصیل صوبائی حکومت کے پاس، صوبائی ڈھانچے کے پاس ہو گی جی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: سوال نمبر 94 سینیٹر ہدایت اللہ خان صاحب جی، پلیز۔ آپ کا سوال نمبر کیا ہے؟

سینیٹر ہدایت اللہ خان: سوال نمبر 94 ہے اور یہ موخر شدہ سوال ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ micکے قریب ہو جائیں حاجی صاحب۔

سینیٹر ہدایت اللہ خان: جناب چیئرمین! انہوں نے جو جواب دیا ہے، منسٹر صاحب نے تسلیم کیا کہ اس میں تقریباً دس ارب روپے سے زیادہ بے ضابطگی ہوئی ہیں۔ میرا سوال یہ ہے کہ آپ نے تسلیم کیا کہ تقریباً 11 ارب کی بے ضابطگی ہوئی ہیں، اس میں recovery کتنی ہوئی ہے اور ابھی تک ذمہ دار افسران کے خلاف کیا کارروائی کی گئی ہے؟

جناب قائم مقام چیئرمین: جی، منسٹر بلال کیانی صاحب۔

جناب بلال اظہر کیانی: جناب چیئرمین! شکریہ۔ Export facilitation scheme ایک بہت اہم scheme ہے۔ Export facilitation scheme, House کی معلومات کے لیے وہ scheme ہے، جس کے تحت ہمارے exporters zero duty پر اپنی inputs import کر سکتے ہیں، raw material import کر سکتے ہیں اور exportکے لیے استعمال کر سکتے ہیں، جس سے ان کی cost of production جو exportکا مال انہوں نے بنانا ہوتا ہے اس کی cost کم ہوتی ہے اور وہ زیادہ global marketsمیں competitive ہو سکتے ہیں۔ (جاری۔۔۔T05)

T05–23Oct2026 Ashfaq/ED: Shakeel11:20 am

جناب بلال اظہر کیانی (۔۔۔۔جاری۔۔۔۔): اور export کے لیے استعمال کر سکتے ہیں جس سے انہوں نے جو export کا مال بنانا ہوتا ہے، اس کی cost کم ہوتی ہے اور وہ زیادہ global markets میں competitive ہو سکتے ہیں۔ اس scheme کا overallبڑا فائدہ رہا ہے ہمارے exporters کو اور اس سے ہمارے آج بھی دیگر exporters اس کو avail کر رہے ہیں۔ ان دنوں بھی ہم اس scheme کے اندر مزید improvement پر کام کر رہے ہیں اور exporters کے ساتھ مشاورت کا عمل جاری ہے۔ سینیٹر صاحب نے جو سوال کیا ہے، اس میں ماضی میں 5.5 فیصد cases کے اندر بالکل misuse کی detectionہوئی ہے اور misuseکا مطلب کیا ہے؟ Misuse کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص نے اس scheme کے تحت ایک importکی اور پھر اس کو exportکے لیے استعمال کرنے کی بجائے وہی مال domestic marketمیں بیچ دیا۔ اس طرح کے کچھ abuse کے cases detectہوئے، ان کے خلاف inquiry بھی ہوئی، recovery تقریباً ایک ارب روپے کی ہوئی ہے، باقی cases sub-

judicesاور اس میں جو system میں improvements کرنے کی ضرورت تھی تاکہ اس میں مزید کوئی آگے اس طرح کی misuseنہ ہوسکے۔ پہلے بھی چند cases ہیں مگر آگے یہ بھی ممکن نہ ہو، کچھ درستگیاں ہوئی بھی ہیں اور آج کل بھی ہم exporters سے مشاورت کر رہے ہیں۔ ہم نے کل ہی ایک meeting اس حوالے سے کی، آئندہ دنوں کے اندر مزید جو system میں improvementsلے کے آرہے ہیں، ہم آگے House کو آگاہ کریں گے، شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: حاجی ہدایت اللہ صاحب۔

سینیٹر حاجی ہدایت اللہ: یہ بات آئی ہے کہ کچھ لوگوں کو بچایا جاتا ہے اور، بچایا جارہا ہے کیونکہ 11 ارب روپے میں ایک ارب کی recoveryیہ میرے خیال میں بہت کم ہے، تو اس لیے کچھ لوگوں کو بچانا چاہتے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: نہیں، کچھ لوگوں میں تو 26 کروڑ عوام آرہے ہیں، آپ کن لوگوں کو بچارہے ہیں؟ آپ نام لیں۔

سینیٹر حاجی ہدایت اللہ: نہیں نہیں، وہ Ministerصاحب کو پتا ہوگا کہ کس طرح ابھی تک 11 ارب روپے میں ایک ارب روپے کی recoveryہو گئی ہے اور جن افسران نے یہ کام کیا ہے، ان کے خلاف کیا کارروائی ہوئی ہے؟

جناب قائم مقام چیئرمین: جی بلال اظہر کیانی صاحب۔

جناب بلال اظہر کیانی: جناب! میرا خیال ہے، ہماری اس حکومت کے دوران جتنی، بالخصوص پچھلے مالی سال کے اندر جو FBR کی courtsسے cases کے ذریعے recovery ہوئی ہے۔ میرا نہیں خیال، اس سے پہلے کبھی ہوئی ہو۔ میں اس House کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ ہماری حکومت کے اندر کوئی کسی قسم کا بھی ایسا شک و شبہ نہیں ہے کہ کسی بھی شخص جس نے چوری کی ہو، جس نے misuse کیا ہو، چاہے وہ حکومت کا ہو چاہے وہ باہر ہو، اس کو آڑے ہاتھ لینا ہے۔ سینیٹر صاحب نے in particular cases کے اندر جو بات کی، اس کی میں مزید تفصیل دے دوں گا کہ یہ cases کس stage پر ہیں۔ انشاءاللہ آپ یقین کریں، یقین رکھنا چاہیے آپ کو کہ پوری کوشش ہوگی کہ کوئی بھی شخص جس نے ایسا قدم اٹھایا ہو، کوئی بھی اس کے لیے رعایت نہیں ہوگی، شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: سینیٹر اعظم سواتی صاحبplease ، ضمنی سوال۔

سنیٹر محمد اعظم خان سواتی: جناب چیئرمین صاحب! مجھے فاضل وزیر صاحب کی قابلیت پر کوئی شک نہیں ہے، commitmentپر بھی کوئی شک نہیں ہے لیکن میں بحیثیتِ وکیل دیکھ رہا ہوں کہ جس طرح سینیٹر ہدایت اللہ صاحب نے اس کو بڑے اچھے طریقے سے بیان کیا ہے کہ یہ cases صدیوں تک چلتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ایک generation سے دوسری generation تک ہوتے ہیں۔ مہربانی کریں، انہوں نے ویسے اس کا عندیہ دیا ہے کہ ہم نے کچھ بہتری صورت لائی ہے اور اس کو monitor کر رہے ہیں۔ اس کا overnight فیصلہ ہونا چاہیے کہ جب misuse ہوتا ہے at the cost of the country and the public exchequer, so then it should be dealt right away. میں اس کے لیے سمجھتا ہوں کہ کوئی ایسا mechanism ہو کیونکہ آپ کو معلوم ہماری عدالتیں بھی ایک سول جج کے پاس اگر روزانہ 200 case ہیں تو بے چارہ لوگوں کے لیے تاریخیں آئندہ کے لیے مقرر کرے گا یاcase سنے گا؟ اس میں بہتری کی ضرورت ہے تاکہ اس مسئلے کو آگے لے جایا جاسکے اور جو misuse کرتے ہیں ان کو وقت کے اوپر timelyپکڑا جائے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: بلال اظہر کیانی صاحب۔

جناب بلال اظہر کیانی: میرے خیال سے یہ مناسب بات ہے اور اس میں میں صرف اتنا ہی کہنا چاہوں گا مختصراً کہ ایک تو EFSکا جو بھی userہوتا ہے اگر وہ abuse کرے، مطلب کہ ایک input کو استعمال کرے domestic sale کے لیے، تو دو چیزیں تو فوراً ہوتی ہیں: جو اس کو zero duty ملی ہوتی ہے وہ پھر duty اس پر لگ جاتی ہے اور دوسرا یہ ہے کہ اس کو آئندہ کے لیے EFS سے نکال دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی جو legal fora پر کام ہو رہا ہے، یقیناً اس پر بھی حکومت pursue بھی کر رہی ہے اور میں آپ کو یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ ابھی حکومت نے جتنے بھی appellate tribunals تھے، اس کے اندر بھی وہاں پر HR کو بھی change کیا ہے تاکہ بہتر انداز سے technically sound فیصلے ہو سکیں اور casesکا disposalہو سکے۔

ہم نے alternate dispute resolution mechanism کو بھی ابھی strengthen کیا ہے جس کے اندر آپ نے دیکھا ہے کہ جو courts کے اندر سالہا سال cases چلتے ہیں اور سپریم کورٹ تک case جاتا ہے اور 10,12 and 15 سال

بعد فیصلے ہوتے ہیں، یہ عمل رک سکے۔ EFS کے حوالے سے ہم ابھی بھی مزید improvements کرنے جا رہے ہیں businessmen exporters کی مشاورت کے ساتھ، APTMA کی مشاورت کے ساتھ، loom کے جو players ہیں ان کے بھی کچھ خدشات تھے، ان کو بھی شامل رکھ رہے ہیں۔ اس پر جو بھی آگے progress ہوگی، اس سے ہم آگے آگاہ کریں گے اور ان شاءاللہ اس کو یقینی بنائیں گے کہ جو تھوڑی بہت misuse ہوئی بھی ہے، یہ بھی آئندہ نہ ہو سکے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: اگلا سوال نمبر 3 ہے، سینیٹر طلحہ محمود صاحب کا ہے، یہ موخر شدہ question ہے۔ جی طلحہ محمود صاحب۔ (Q.No.3)

سینیٹر طلحہ محمود: جناب! میرا محترم وزیر صاحب سے سوال ہے کہ انہوں نے جائیداد کی خرید و فروخت کا ذکر کیا ہے اور انہوں نے کہا اس پر ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔ ہماری construction کی industry ہے، ہمارے پاس knowledge ہے کہ construction industry بالکل بیٹھ گئی ہے، حالات بہت خراب ہیں۔ میرا ان سے سوال یہ ہے کہ کیا مذکورہ شعبہ سے وابستہ لوگوں کو کوئی سہولیات یا چھوٹ دینے کی کوئی تجویز ہے؟ کیونکہ اس سے لاکھوں لوگوں کا روزگار منسلک ہے اور اس سے درجنوں کے حساب سے industry اس سے منسلک ہوتی ہے جو اس وقت suffer کر رہی ہے۔ آپ نے کوشش کی ہے لیکن یہ کوشش ابھی تک اس کا کوئی effect نہیں آ رہا، تو کیا آپ مزید اس میں کوئی بہتری لانے کے لیے آپ کے پاس کوئی تجویز ہے؟

جناب قائم مقام چیئرمین: جی وزیر صاحب۔

جناب بلال اظہر کیانی: جناب چیئرمین شکریہ۔ جس طرح سینیٹر طلحہ صاحب نے کہا، advance tax کے جو rates تھے purchase of property اور sale of property میں اس مرتبہ حکومت نے خاطر خواہ کمی کی ہے، یہی ensure کرنے کے لیے کہ جو cost of tax آتی تھی property کو purchase کرتے ہوئے، sale کرتے ہوئے موقع پر، وہ شاید کوئی رکاوٹ بن رہی تھی، cost of transaction اتنی بڑھ رہی تھی جس کے نتیجے میں شاید مارکیٹ میں ایک slowdown آیا تھا، تو ہم نے rates کم کیے۔

Mr. Acting Chairman: Order in the house, please, Senator Dost Muhammad Khan, order in the House.

جناب بلال اظہر کیانی: اس کے اس کے علاوہ بھی آج کل Prime Minister صاحب کی ہدایت پر، Prime Minister صاحب کی economic team ایک construction sector کو overall ایک holistic package پر بھی کام کر رہی ہے جس کے اندر بالخصوص آپ کی formal economy میں اچھے professional construction companies ہیں، ان کے جو جائز issues تھے، چاہے وہ collateral ہو، bid guarantees کا معاملہ ہو، procurement کی طریقہ کار میں بہتری ہو، زیادہ transparency ہو، زیادہ smoothness ہو، ان سب چیزوں پر بھی کام ہو رہا ہے۔

جناب! میں ایک آخری بات share کرنا چاہوں گا کہ آپ جانتے ہیں کہ اپنا گھر ہاؤسنگ سکیم پر ائم منسٹر صاحب نے ابھی launch کی جس کے تحت پاکستان کے شہری ایک کروڑ تک کا قرضہ پانچ فیصد کی rate پر لے سکتے ہیں۔ اس سے ابھی تک ہزاروں پاکستانی مستفید ہو چکے ہیں، سووں ارب روپے کے loans approve ہو گئے ہیں، exact figure میں آپ کو بتادوں گا، مگر خاطر خواہ رقم disburse بھی ہو گئی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو plot خریدنا چاہتے تھے، یہ وہ لوگ ہیں جو کہ نوکری پیشہ ہیں، جن کے پاس otherwise savings یا وسائل نہیں تھے، ان کو ایک آسان طریقے سے، ایک آسان rate کے اوپر ایک کروڑ روپے تک کا قرضہ مل رہا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ یہ بھی construction sector, real estate sector کے اندر بالخصوص formal اور جو آپ کے law-abiding sector کا حصہ ہے جو formal economy میں، اس کو یہ فروغ دے گا اور اس particular sector میں اور اس سے یہ جو جتنے بھی sectors جڑے ہوئے ہیں، اس کے اندر مزید بہتری آئے گی اور روزگار کا بھی آگے سبب بنے گی۔

سینیٹر طلحہ محمود: ایسی تجویز ہے؟ میرا سوال یہ تھا، یہ سب لکھا ہوا ہے آپ نے جو بولا ہے۔ جناب! amnesty کچھ دیں گے تو آپ کی آپ کی industry کھڑی ہو سکتی ہے، جیسے white money, جیسے باہر سے کوئی پیسے آتے ہیں، ان کو کوئی سہولت دیں، تب یہ industry اٹھے گی؟ وآپ نے سارا لکھا ہوا ہے کہ اتنے percent ٹیکس ہے، اتنے percent کم ہے، اتنا زیادہ ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ طلحہ صاحب۔ آپ کوئی جواب دے دیں جس سے طلحہ محمود صاحب مطمئن ہوں۔

جناب بلال اظہر کیانی: دیکھیے، میں واضح طور پہ کہنا چاہتا ہوں کہ at the moment، کوئی amnesty ابھی زیرِ غور نہیں ہے یا ایسا نہیں ہے مگر جو بھی شخص پاکستان پیسا لانا چاہتا ہے، اس کے لیے روشن ڈیجیٹل اکاؤنٹ کو بھی زیادہ attractive کیا گیا ہے، اس کے

اندر inflows بڑھ گئی ہیں۔ روشن ڈیجیٹل اکاؤنٹ کے اندر کوئی بھی پاکستان میں اگر پیسہ لاتا ہے اس کے وہ آگے invest بھی کر سکتے ہیں، اس کے اوپر ایک مناسب rate بھی ملتا ہے، وہ پیسا باہر repatriable بھی ہے۔ اس کے علاوہ ہم سہولت جو بھی فراہم کر سکتے ہیں financing کے لیے sector میں بھی ہم آسانی پیدا کر رہے ہیں۔ دیگر اور issues اور طریقہ کار اور incentives موجود ہیں جن کو میں بیان کر چکا ہوں، میں دہرانا نہیں چاہتا مگر واضح جواب اس کا یہ ہے کہ ابھی کوئی amnesty زیرِ غور نہیں ہے۔۔۔

(جاری۔۔۔T06)

T06-23Oct2026 Tariq/Ed: Mariam. 11:30 am.

بلال اظہر کیانی (وزیر مملکت برائے خزانہ)۔۔۔(جاری)۔۔دیگر اور طریقہ کار اور incentive موجود ہیں جن کو میں بیان کر چکا ہوں اور انہیں میں دہرانا نہیں چاہتا مگر اس کا واضح جواب یہ ہے کہ ابھی کوئی immensity زیر غور نہیں ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی سینیٹر بلال مندوخیل صاحب۔

سینیٹر بلال احمد خان: جناب چیئرمین! میں طلحٰہ محمود صاحب کے سوال کو آگے بڑھاتے ہوئے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ property پر دو قسم کے taxes لگتے ہیں، ایک Provincial tax and other is Federal tax, جو ہماری وفاقی حکومت نے ٹیکس لگائے ہیں اور ان areas کی انہوں نے evaluation کروائی ہے، میں especially بلوچستان اور کوئٹہ کی بات کروں گا۔ کوئٹہ کے ایسے slums علاقے ہیں جن کی انہوں نے کن سے evaluation کروائی ہے، کس طریقے سے evaluation کروائی اور اس پر یہ جس طرح سے ٹیکس لے رہے ہیں اس property کی آج بھی actual price وہ نہیں ہے تو انہوں نے کیسے evaluation کروائی اور ان کا evaluation کروانے کا طریقہ کار کیا ہے یہ ذرا بتا دیں اور اتنا زیادہ rate کیوں لگایا گیا ہے۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی منسٹر صاحب۔

جناب بلال اظہر کیانی: جناب چیئرمین! میرا خیال ہے کہ اگر سینیٹر صاحب تفصیل دے دیں تو اس specific case کو ہم دیکھ لیتے ہیں۔ FBR evaluation tables کو FBR خود determine کرتا ہے، اس کے اندر appeals کے تحت پچھلے ایک سال میں کافی جگہوں پر قیمتوں میں rationalization اور کمی بھی آئی ہے۔ I would be very happy to assist him بلکہ اسی اجلاس

کے دوران یا اس کے بعد اگر آپ مجھے تفصیلات دیں گے تو میں انہیں ان specific areas کے اندر ہمارے جو FBR کے in flied officers ہیں ان سے معلومات لے لوں گا۔

جناب قائم مقام چیئرمین: یہ آپ کو لکھ کر دیں گے۔

جناب بلال اظہر کیانی: جی مجھ سے share کیجیے اگر یہ بتا دیتے ہیں کہ کیا discrepancy آ رہی ہے اسے ہم طریقے سے address کر لیں گے۔

سینیٹر بلال احمد خان: جناب اگر میں especially Quetta کی بات کروں تو proper Quetta سے جب آپ تھوڑے سے باہر نکلتے ہیں جیسا کہ سریاب، کچلاک، نواں کلی، سرہ غڑ گئی اور دیگر علاقے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: اگر آپ انہیں لکھ کر دے دیں۔

سینیٹر بلال احمد خان: جناب آپ مجھے بات تو کرنے دیں۔ وہ علاقوں کا مجھ سے پوچھ رہے ہیں تو میں انہیں علاقوں کا بتا دیتا ہوں۔ میں انہیں لکھ کر بھی دے دوں گا۔ کوئٹہ کے جیسے کمرشل علاقے ہیں جن میں جناح روڈ، قندھاری بازار اور لیاقت بازار جیسے rates نہیں تو کم از کم ان کے برابر کے rates دیے ہیں تو میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ انہیں یہ rates کس نے دیے اور انہوں نے یہ rates کیسے evaluate کیے۔ یہ صرف بتا دیں کہ یہاں سے بیٹھ کر کوئٹہ کے سریاب روڈ کے، کوئٹہ کے پشتون آباد، کوئٹہ کے کچلاک کے rates کیسے determine کیے اور اس طرح پاکستان کے کتنے ایسے شہر ہیں جن کی evaluation انہوں نے اسلام آباد میں بیٹھ کر کرائی۔ یہ بتا دیں، شکریہ۔

جناب بلال اظہر کیانی: جناب چیئرمین! میری understanding یہ ہے کہ یہاں سے بیٹھ کر تو کوئی evaluation نہیں ہوتی ہے، evaluation تو وہیں سے ہوتی ہے جہاں field میں ہمارا متعلقہ RTO یا Inland Revenue Operations کے افسران ہوں گے وہی کرتے ہیں مگر جیسا کہ میں نے پہلے بھی offer کیا میں پھر سے وہی پیشکش کروں گا کہ یہ مجھے تحریری طور پر ان specific areas کی تفصیلات دے دیں، میں specific facts کے ساتھ دیکھ لوں گا کہ کس طریقے سے evaluation ہوئی ہے اور جیسا کہ یہ claim کر رہے ہیں کہ discrepancy ہے تو اس پر ہم انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کریں گے اور جہاں پر درستگی کی ضرورت ہو گی تو ان کی guidance سے وہ بھی کوشش کریں گے کہ کر لیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: معزز بلال صاحب، آپ سے گزارش ہے کہ آپ انہیں لکھ کر دے دیں۔ آپ کا ضمنی سوال ہے اور اتنی بحث کے بعد ہم اسے کمیٹی میں بھجوائیں۔ اگلا سوال نمبر 77, سینیٹر کامران مرتضٰی صاحب۔

Q. No.77.

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ کا کوئی ضمنی سوال ہے؟

سینیٹر کامران مرتضٰی: جی جناب۔ میں نے super tax کے حوالے سے سوال پوچھا تھا اور جیسا کہ ہماری معیشت تباہ حال ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: کامران صاحب سوال نمبر کون سا ہے؟

سینیٹر کامران مرتضٰی: جناب سوال نمبر 77 ہے، 76 تو شاید ہو چکا ہے۔ میرا خیال ہے سپر ٹیکس آپ لگاتی ہیں۔ اس میں آپ کا کوئی مفاد ہے، اس لیے جیسے ہی سپر ٹیکس کا سوال آیا تو انہوں نے کہا کہ وقت پورا ہو گیا ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: نہیں آپ بات کریں۔ سینیٹر محمد عبدالقادر صاحب، please. سینیٹر کامران مرتضٰی صاحب پوچھیں۔

سینیٹر کامران مرتضٰی: جناب سپر ٹیکس کے بارے میں میرا سوال تھا اور میں جو تھوڑا بہت سمجھتا ہوں، باقی مجھ سے آگے بیٹھے ہوئے حضرات مجھ سے زیادہ اس معاملے کو جانتے ہیں۔ اگر آپ نے پاکستان کی معیشت ٹھیک کرنی ہے تو بجٹ business friendly ہونا چاہیے اور یہاں پر نہ business friendly ہے اور نہ industrial friendly ہے۔ یہ super tax impose کیا ہوا ہے اور میں نے اس کے حوالے سے پوچھا تھا کہ اس سے فائدہ ہو رہا ہے یا نقصان ہو رہا ہے۔ جو جواب آیا ہے تو اس کے حصہ "A" میں دیکھیں جو کہ اس کے mid سے شروع ہوتا ہے کہ However, it is difficult to ascertain whether the industrial sector is being affected by super tax and, if so, to what extent تو یہ حکومتوں کا کام ہوتا ہے کہ جو ٹیکس لگتا ہے اسے ascertain کریں کہ اس سے ملک اور قوم کا کوئی فائدہ ہے یا نقصان ہے۔ اب وہ کہتے ہیں کہ it is difficult to ascertain, in fact اگر پاکستان کی معیشت بیٹھی ہوئی ہے تو اس میں اس سپر ٹیکس کا بڑا کردار ہے، اس کو ascertain کرنا چاہیے اور یہ کہتے ہیں کہ ہم اسے ascertain نہیں کر سکے ہیں۔ پہلی مرتبہ جو 2015 میں سپر ٹیکس لگا تھا اور اس بہانے لگا کہ فاٹا کے جو displaces persons تھے اور اس کے بعد انہوں نے کہا کہ high earning persons for see Income Tax Ordinance, 2001 میں ہم نے لگا

دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر پیسے والے لوگوں کو آپ پاکستان آنے سے روکنا چاہتے ہیں تو یہ سپر ٹیکس اس کا ایک بہانہ اور طریقہ کار ہے، جبکہ دوسرے ممالک business or industrial friendly ہوں گے تو پھر تو پاکستان کی معیشت کبھی بھی درست نہیں ہو گی۔ اسے ascertain کریں کہ اس کا فائدہ کیا ہے اور اس کا نقصان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ .it is difficult to ascertain

جناب قائم مقام چیئرمین: جی منسٹر صاحب۔

جناب بلال اظہر کیانی: جناب چیئرمین! سینیٹر صاحب کے سوالات کے دو پہلو ہیں۔ پہلے تو یہ کہ سپر ٹیکس کا impact کیا ہے۔ میں حکومت کے behalf پر معاشی ٹیم کا ایک رکن ہوتے ہوئے آپ کو بڑے واضح انداز میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ very high tax burden ہمارے businesses پر رہا ہے اور اس کے اندر ہم بھی کسی قسم کی بحث نہیں سمجھتے ہیں کہ یہ burden ہے اور اسے reduce ہونا چاہیے۔ اب اسے reduce کرنے کے لیے حکومت نے کیا کیا ہے؟ پچھلے مالی سال میں، ابھی جو جون میں بجٹ پیش ہوا اس سے پچھلے پورے ایک سال میں وزیراعظم صاحب نے خود گھنٹوں پر محیط businessmen and exporters کے ساتھ ملاقاتیں کیں اور اس کے اندر priority tax issues میں سپر ٹیکس تھا۔ جب ہمیں اس بجٹ کے اندر fiscal space ملی جو کہ وزیراعظم صاحب کی اپنی intervention کے ذریعے ہمیں ملی۔ IMF programme کے اندر یہ unheard of کہ آپ کو fiscal space ملے اور آپ tax rates کم کر سکیں، جب وہ space ملی تو سب سے پہلے ہم نے تنخواہ دار طبقے کو ترجیح دی۔ دوسری ترجیح ہم نے سپر ٹیکس کو دی۔ اس بجٹ سے پہلے ماضی میں سپر ٹیکس ان تمام کاروباروں پر لگتا رہا ہے جن کی سالانہ income پندرہ کروڑ یا اس سے زیادہ ہو۔ اب اس بجٹ کے بعد، پندرہ کروڑ سے لے کر پچاس کروڑ تک آمدن کمانے والے جتنے بھی businesses ہیں، جو سالانہ پندرہ سے پچاس کروڑ تک کمانے والے اکثریتی businesses تھے جو سپر ٹیکس سے affect ہو رہے تھے، ان کے لیے سپر ٹیکس ختم کر دیا گیا ہے۔ ان کے لیے اب super tax exist نہیں کرتا ہے۔ صرف وہ کاروبار جن کی سالانہ آمدن پچاس کروڑ روپے یا اس سے زیادہ ہے ان کا سپر ٹیکس کا rate پہلے 10% تھا جو اب 8% کر دیا گیا ہے۔ آئندہ ہمیں fiscal space ملی تو کوشش کریں گے کہ اسے بھی reduce کریں۔ ساتھ ہی ساتھ exporters کے لیے regardless کہ ان کی کتنی income ہے، ہم نے اسی گزرے ہوئے بجٹ میں super tax eliminate کر دیا ہے اور اس کی شرط یہ رکھی ہے کہ کوئی بھی کاروبار جس کی 80% یا اس سے زیادہ sales exports ہوں تو اسے exporter تصور

کیا جائے گا اور اس کے لیے بھی super tax exist نہیں کرتا۔ اب خلاصہ میں سپر ٹیکس صرف ان کاروباروں کے لیے exist کر رہا ہے جن کی سالانہ آمدن پچاس کروڑ روپے یا اس سے زیادہ ہے اور ان کا 10% rate کی بجائے اب 8% ہے، پچاس کروڑ سے نیچے والے تمام کاروباروں کا سپر ٹیکس ختم کر دیا گیا ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ جی سینیٹر نورالحق قادری صاحب۔

سینیٹر نورالحق قادری: سینیٹر قادر صاحب، قادری صاحب کو چھوڑیں۔ جناب چیئرمین! مختلف ٹیکسوں کے بارے میں ہمارے معزز سینیٹر صاحب نے پوچھا ہے۔ پٹرولیم کی جو مصنوعات ہیں ایک عام پاکستانی کی زندگی اس سے بہت اجیرن اور مشکل میں ہے۔ میں منسٹر صاحب سے پوچھوں گا کہ وفاقی حکومت ایک لٹر پٹرول پر Federal levy لیتی ہے تو کیا منسٹر صاحب یہ بتا سکتے ہیں کہ اکتوبر کے مہینے کی اس کی شرح کتنی ہے؟ مہربانی ہو گی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی منسٹر صاحب۔

جناب بلال اظہر کیانی: جناب چیئرمین! میں آپ کے سامنے پیش کر دیتا ہوں۔ ہمارا پورے سال کا جو budgeted figure ہے وہ میں آپ کو ابھی بتا دیتا ہوں۔ I want to be exact to the number اس لیے, I don't want to guess it اگر آپ مجھے ایک سیکنڈ دیتے ہیں۔

جناب! اس سال پٹرولیم لیوی کی مد 1676 ارب روپے بجٹ کیے ہوئے ہیں تو اس حوالے سے آپ اندازہ لگا لیں کہ ماہانہ تقریباً سوا سو ارب روپے کے قریب کا rate بنتا ہے۔ یقیناً یہ پورے سال میں fluctuate کرتا ہے کیونکہ کچھ مہینوں میں اس کی sale زیادہ ہوتی ہے اور زیادہ استعمال ہوتا ہے اور کچھ مہینوں میں کم استعمال ہوتا ہے but on average آپ سوا سو ارب روپے کہہ لیں کہ ہر مہینے collect ہوتے ہیں۔۔۔آگے جاری۔۔۔(T-07)

T07-23Oct2026 FAZAL/ED: Shakeel 11:40 am

جناب بلال اظہر کیانی (جاری ہے۔۔۔) آپ کہہ لیں کہ سوا سو ارب روپے ہر مہینے collect ہوتے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین! میں یہ بات بھی بتانا چاہوں گا کہ وزیراعظم صاحب نے حال ہی میں جس fuel subsidy scheme کا اعلان کیا ہے۔ اس کے تحت موٹر سائیکل سواروں کو ہر ہفتے 500 روپے کا مفت پٹرول مل رہا ہے۔اس کے علاوہ 800cc یا اس سے کم انجن والی گاڑیوں کو ہر 10 دن بعد 10 لٹر پٹرول پر 1,000 روپے کی رعایت دی جا رہی ہے۔اس طرح ان طبقات پر ٹیکس کا جو بوجھ ہے، اس میں خاطر خواہ ریلیف مل رہا ہے۔ یہ صرف کاغذوں تک محدود نہیں ہے۔ جناب ڈپٹی چیئرمین! میں اپنے حلقے کے 40 پٹرول پمپوں پر خود گیا، اپنے ہاتھوں سے لوگوں کو رجسٹر کیا اور وہاں لوگوں کو پٹرول بھی ڈلوایا۔ میرے خیال میں اب ایک کروڑ سے زائد گاڑیوں اور موٹر سائیکلوں کے مالکان اس اسکیم سے مستفید ہو رہے ہیں۔حکومت اس مشکل وقت میں عوام کو ریلیف دینے کے لیے جو کچھ کر سکتی ہے، وہ کر رہی ہے اور یہ کام عملی طور پر بھی ہو رہا ہے۔آپ جانتے ہیں کہ خطے میں جاری جنگ کے باعث پٹرول کی قیمتوں پر جو اثر پڑ رہا ہے وہ صرف پاکستان تک محدود نہیں بلکہ تمام ممالک اس سے متاثر ہو رہے ہیں۔اس کے باوجود حکومت نے کوشش کی ہے کہ موٹر سائیکل سواروں، چنگ چی رکشوں، لوڈرز اور چھوٹی گاڑیوں کے مالکان کو direct subsidy کے ذریعے ریلیف دیا جائے۔اس کے ساتھ ساتھ حکومت یہ بھی یقینی بنا رہی ہے کہ ملک میں پٹرول اور ڈیزل کی سپلائی میں کسی قسم کا مسئلہ پیدا نہ ہو۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی، سینیٹر عبدالقادر صاحب۔

سینیٹر محمد عبدالقادر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میرا سوال Super Tax کے بارے میں ہے۔جب یہ بجٹ میں پیش کیا گیا تھا اس وقت بھی ہم نے اس پر بات کی تھی لیکن جواب میں اب بھی ابہام ہے۔ صرف یہ لکھ دیا گیا ہے کہ اپنے targets پورے کرنے کے لیے یہ ٹیکس لگایا گیا ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ اگر کوئی organization, business یا company اچھا کام کرے، بین الاقوامی سطح پر اپنا نام بنائے اور اس کا سالانہ منافع 500 ملین روپے ہو جائے تو کیا اسے اس کی سزا دی جا رہی ہے؟ پاکستان میں بعض کاروبار صرف تین یا چار فیصد منافع پر چل رہے ہیں۔اگر وہ اپنے منافع کا درست declaration دیتے ہیں اور ان کا منافع 500 ملین روپے سے تجاوز کر جاتا ہے تو کیا آپ Super Tax لگا کر انہیں ختم کرنا چاہتے ہیں؟آپ آمدنی حاصل کرنے کے لیے دوسرے ذرائع بھی اختیار کر سکتے ہیں لیکن یہ کیسی سزا ہے کہ کوئی شخص تھوڑا بڑا کاروبار کرے تو اس پر

Super Tax لگا دیا جائے؟آپ نے پہلے credit cards پر بھی مختلف ٹیکس لگائے تھے۔جب transactions تقریباً ختم ہو گئیں تو آپ نے وہ ٹیکس واپس لے لیے۔کیا آپ اس وقت کا انتظار کریں گے جب کاروبار مکمل طور پر ٹھپ ہو جائیں گے تو پھر آپ Super Tax کے بارے میں سوچیں گے یا اس سے پہلے بھی آپ کے پاس کوئی آپشن موجود ہے؟ کم از کم اس کی حد دو ارب روپے تک بڑھا دیں۔اگر کوئی بڑی organization دو ارب روپے کماتی ہے تو اس کے کاروبار کی نوعیت مختلف ہو سکتی ہے لیکن جو کاروباری شخص 40 یا 45 کروڑ روپے کماتا ہے اس پر یہ ٹیکس نہیں لگتا۔ جس کا منافع 50 کروڑ روپے تک پہنچ جائے اور وہ درست declaration بھی دےاوراس نےاپنی کمپنی کے دو یا چھ نام نہیں بنا دیئے تو اس پر Super Tax عائد کر دیا جاتا ہے۔اس طرح آپ اس کاروبار کو نقصان پہنچاتے ہیں۔آپ خود لوگوں کو اس بات پر مجبور کر رہے ہیں کہ وہ اپنی آمدنی اور کاروبار کو اس طرح manage کریں کہ انہیں FBR کے اہلکاروں کے ساتھ مل کر معاملات میں گڑبڑ کرنا پڑے۔ میرا سوال یہی ہے کہ حکومت اس مسئلے کا کوئی بہتر حل کیوں نہیں نکالتی؟

جناب بلال اظہر کیانی: سینیٹر قادر صاحب ہمارے بھائی ہیں۔ مجھے تھوڑی حیرت ہوئی کیونکہ وہ سینیٹ کی Standing Committee کے بڑے regular Member ہیں۔ میرا خیال تھا کہ انہیں اس معاملے کے بارے میں کچھ بہتر معلومات ہوں گی۔ بہرحال، میں دوبارہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ کامران صاحب کے سوال کے جواب میں بھی میں نے بتایا تھا کہ اس سال ہم نے Super Tax میں خاطر خواہ کمی کی ہے۔پہلے یہ ٹیکس بہت سے کاروباروں پر لاگو ہوتا تھا۔اگر کسی کاروبار کی سالانہ آمدنی 15 کروڑ روپے سے زیادہ ہوتی تھی تو اس پر Super Tax عائد ہو جاتا تھا۔اب یہ ٹیکس صرف ان کاروباروں پر لاگو ہوتا ہے جن کی سالانہ آمدنی 50 کروڑ روپے سے زیادہ ہے۔ان کاروباروں کے لیے بھی ٹیکس کی شرح میں کمی کی گئی ہے۔ جتنی fiscal space ہمارے پاس موجود ہوگی، ہم اتنا ہی ٹیکس کا بوجھ کم کر سکیں گے۔اگر آج ہمارے پاس مزید fiscal space ہوتی یعنی بجٹ میں زیادہ گنجائش ہوتی تو ہم ٹیکس کی شرح میں مزید کمی کر دیتے۔ہم بھی چاہتے ہیں کہ eventually Super Tax ختم ہو جائے۔مگر اس سال ہم جتنی کمی کر سکتے تھے ہم نے کی ہے۔ہماری کوشش تھی کہ سب سے پہلے چھوٹے کاروباروں کو ریلیف دیا جائے۔اسی لیے 15 کروڑ سے 50 کروڑ روپے تک سالانہ آمدنی والے کاروباروں کے لیے Super Tax کم کیااوراس سے زیادہ آمدنی والے کاروباروں

کے لیے بھی ٹیکس کی شرح کم کی گئی ہے۔آئندہ اگر مزید fiscal space پیدا ہوئی تو ہم Super Tax میں مزید کمی کرنے کی کوشش کریں گے اور آنے والے وقت میں اسے مکمل طور پر ختم کرنے کے لیے بھی اقدامات کریں گے۔شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: وقفہ سوالات ختم ہو گیا۔ باقی سوالات اور ان کے چھاپے گئے جوابات جو ایوان کی میز پر رکھے گئے ہیں پڑھے ہوئے تصور کیے جائیں گے۔ سوالات کے لیے ایک گھنٹہ مقرر ہے۔

(مداخلت)

سینیٹر شیری رحمان: میں یہ کہہ رہی ہوں کہ اس کو آگے کر دیں تاکہ ان پر کام بھی ہو سکے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: یہ سارے پرانے سوالات ہیں۔

سینیٹر شیری رحمان: جناب چیئرمین! لیکن ابھی تک address نہیں ہوئے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ایک گھنٹہ مقرر ہے۔

سینیٹر شیری رحمان: جی، ایک گھنٹہ مقرر ہے۔

ڈاکٹر طارق فضل چوہدری: جناب چیئرمین! گزارش یہ ہے کہ معزز سینیٹر شیری رحمان صاحبہ کی آمد سے قبل یہاں پر ایک issue raise ہوا تھا، میں اسے دوبارہ بیان کر دیتا ہوں۔اس کے بعد آپ جو فیصلہ فرمائیں اور چیئرمین صاحب جو direction دیں۔ جناب! یہی وجہ تھی جس کی بنیاد پر میں نے آپ کو humble submission کی تھی کہ ایک سوال پر پانچ supplementary questions آتے ہیں، جو مناسب نہیں۔ پانچ supplementary questions کے بعد وہ سوال پھر کمیٹی کو جاتا ہے۔ میں نے یہی گزارش کی تھی اور یہی وجہ بیان کی تھی کہ اگر یہاں 25 سوالات آتے ہیں تو صرف چھ پر discussion ہوتی ہے اور ان چھ سوالات کو بھی discussion کے بعد کمیٹی کو بھیج دیا جاتا ہے۔تو یا تو انہیں یہاں discuss کریں یا کمیٹی کو بھیجیں۔ باقی جو 20 سوالات رہ جاتے ہیں اب اگر انہیں بھی آگے بھیجیں گے تو کل جن کی باری ہے ان کی کارروائی بھی متاثر ہوگی۔ میرا تو خیال یہ ہے کہ .they should be taken as read میری گزارش ہے کہ کل نئے سوالات آئیں گے، اس لیے اس معاملے کو بھی دیکھیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: میڈم شیری صاحبہ۔

سینیٹر شیری رحمان: دیکھیں، مسئلہ genuine ہے۔ سینیٹر طلحہ صاحب! I am speaking. دیکھیں، ہم نے پہلے بھی اس بات پر اتفاق کیا تھا کہ ایک سوال پر پانچ supplementary questions نہیں ہونے چاہییں۔ Rules کے مطابق تین ہونے چاہییں۔ اس ایک گھنٹے میں پھر آپ مزید سوالات بھی address کر سکتے ہیں۔ ممبران کے بہت سارے questions روزانہ مؤخر ہوتے رہتے ہیں۔ اکثر و بیشتر ہم انہیں آگے کر دیتے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: یہ سارے بھی مؤخر شدہ سوالات ہیں۔

سینیٹر شیری رحمان: نہیں، بہت سارے Questions hour ہم skip کر لیتے ہیں۔ جس سے ممبران کی دل آزاری بھی ہوتی ہے۔ اتنا کام ہوا ہے تو ایک دفعہ ایسا کر لیں کہ آج جو questions رہ گئے ہیں، انہیں آگے کر لیا جائے۔ ہر ہفتے ایک sweep کر دیں کہ پانچ Questions hour ہوئے ہیں یا تین ہوئے ہیں۔ ان میں سے جتنے رہ جائیں ان کا ایک percentage ضرور آگے منتقل ہو جائے تاکہ ممبران کو یہ محسوس نہ ہو کہ ان کی محنت ضائع ہو گئی ہے اور ان کے سوالات کو address نہیں کیا گیا۔ I understand کہ آپ سوالات کو آگے بھی role کرنا چاہتے ہیں، لیکن ہمیں یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ ایک ہی سوال بار بار defer نہ ہو۔ ہم بار بار Questions hour بھی defer کرتے ہیں۔ ہماری آپ سے demand ہوتی ہے اور پھر سب کے questions ختم ہو جاتے ہیں۔ Questions hour بہت crucial ہیں۔ British Parliament میں تو Prime Minister خود آ کر جواب دیتے ہیں۔ اس لیے اگر ہم بھی سوالات کو تھوڑی اہمیت دیں تو بہتر ہوگا۔ ویسے بھی یہ Parliament غیر فعال ہو گئی ہے۔

جناب چیئرمین! مجھے اجازت دیں۔ میں ایک دوسرا issue بھی raise کرنے والی تھی۔ I know, business پڑی ہے and we will proceed with it لیکن کمیٹی کے حوالے سے جو بات کی جا رہی ہے ہر question کمیٹی میں نہیں جا سکتا، البتہ اہم questions ضرور کمیٹی کو بھیجے جاتے ہیں۔

جناب چیئرمین! آخری بات میں taxation کے issue کو close کرنے سے پہلے کہنا چاہ رہی تھی کہ دو باتیں ہیں۔

(مداخلت)

سینیٹر شیری رحمان: آپ مجھے بات کرنے دیں۔ بٹ صاحب! گزارش ہے۔

Mr. Acting Chairman: Order in the House, please.

بٹ صاحب اور قادر صاحب! نہیں۔ یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔

سینیٹر شیری رحمان: گزارش یہ ہے کہ یہاں ممبران نے Super Tax کی بات کی ہے، جس پر منسٹر صاحب نے کہا کہ ہم نے خاطر خواہ کمی کر دی ہے۔ بے شک کمی کی ہے، لیکن پاکستان میں ease of doing business پہلے ہی ایک مسئلہ بن چکا ہے۔

جناب چیئرمین! دوسری بات میں اختصار سے کہوں گی۔ کل Climate Change Committee میں پہلی دفعہ ہمارے Finance کے Additional Secretary نے اعتراف کیا کہ پورے ملک میں جو carbon levy لگ رہی ہے، اسے petroleum levy کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے۔ اب وہ levy نہ صوبوں کے پاس جاتی ہے اور نہ ہی carbon emissions کم کرنے کے لیے استعمال ہو رہی ہے۔ ابھی تک مجھے بتایا گیا تھا کہ یہ ring-fenced ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس رقم کو مخصوص مقصد کے لیے مختص کیا جاتا ہے۔ IMF کی ہدایت کے مطابق اسے climate resilience یا climate action پر خرچ کیا جانا چاہیے۔ اب بلوچستان کہے گا کہ۔۔۔۔ (جاری ہے۔۔۔۔۔T08)

T08-23Oct2026 Abdul Razique/Ed: Shakeel Ahmed 11:50 a.m.

سینیٹر شیری رحمان: (۔۔۔۔جاری) ابھی تک مجھے کہا گیا تھا کہ یہ ring fence ہوتا ہے جس کا مطلب ہے کہ اسے IMF کے کہنے پر مختص کیا جاتا ہے کہ آپ اسے climate resilience or climate action پر خرچ کریں۔ اب ہمیں صوبوں کے پاس جانا چاہیے۔ بلوچستان کہتا ہے کہ قحط سالی ہے اور وہاں قحط سالی اور water scarcity کو address کریں۔ سندھ میں 2022 کے flood کے بعد ابھی تک resilient schools نہیں بن پا رہے ہیں۔ ہر صوبہ۔۔۔ I am talking about the super tax

that they had brought up. یہ ایجنڈے پر نہیں ہے۔ بیرسٹر صاحب آپ ہر وقت بات کر لیتے ہیں تو ہمیں بھی کبھی اجازت دیا کریں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: براہ مہربانی Chair سے مخاطب ہو کر بات کریں۔

سینیٹر شیری رحمان: آپ ہر روز کھڑے ہو کر off the agenda بات کرتے ہیں۔ مجھے Chair نے اجازت دی ہے تو براہ مہربانی عزت سے سن لیں۔ چیئرمین صاحب، یہی بات کی جا رہی ہے کہ جو carbon tax ہے، ہمیں نہیں پتا اور کسی صوبے کو بھی نہیں پتا کہ وہ کس طرح مل رہا ہے۔ خیبر پختونخوا کو forestry کے اپنے مسائل ہیں۔ سندھ کے الگ مسائل ہیں جو 2022 کے سیلاب کے بعد آج تک ہیں۔ تو یہ سب جا رہا ہے سیدھا پنجاب۔ پچھلے سال یعنی 2025 کے بہت ہی تباہ کن flood سے ہر صوبہ گزر چکا ہے تو ہر صوبے اپنے ماحولیاتی مسائل کے ساتھ struggle کر رہا ہے لیکن ہم باتیں کرتے ہیں۔ جب ایک ٹیکس لگنا چاہیے جو لگا ہوا ہے اور وہ مستقل مزاجی سے throughout collect ہو رہا ہے اور آپ کی petroleum levy کے ساتھ لگ کر ہر consumer سے collect ہو رہا ہے۔ ہماری اطلاع میں یہ کسی صوبے کے پاس جا نہیں رہا ہے کیونکہ جب تک ring fence نہیں ہوگا، جب تک ٹیکس نہیں ہوگا تو کیسے جائے گا۔ It is a levy جو وفاق اکٹھا کر کے اپنے consolidated fund میں ڈال رہا ہے۔ کل یہ سیکرٹری فنانس نے خود میری کمیٹی میں یہ اعتراف کیا۔ تو یہ بڑی تشویش ناک بات ہے اور اس سے ہمیں سبق لینا چاہیے۔ حکومت کو سنجیدگی سے یہ سوچنا پڑے گا کہ مشرق وسطیٰ میں ایک جنگ کا حال ہے۔ پھر کہا جا رہا ہے کہ ایران پر حملہ ہونے والا ہے اور Israel کے jets پھر منڈلا رہے ہیں۔ اس کے بعد امریکہ کے فوجی بیڑے پھر آ رہے ہیں اور اس کا تیسرا آ رہا ہے۔ اس میں مجھے بتائیے کہ ہماری کیا منصوبہ بندی ہے۔ سارے ممبران پوچھ رہے ہیں کہ دسمبر تک ہمارے پاس پیٹرول ہوگا اور ہماری rationing ہوگی۔ چیئرمین صاحب، please Monday or Tuesday کو جو آپ کو موضوع لگے، گورنمنٹ کے ساتھ بات کر کے اس پر ایک briefing schedule کریں کہ قلّت جب ہونے والی ہے اور جنگ کے حالات میں کیا rationing ہوگی۔ یہاں petroleum products کس طرح مہیا ہوں گے اور چونکہ پچھلے سال نومبر میں آپ نے پانچ ایل پی جی cargoes لیے تھے جبکہ اس سال آپ کی spot booking میں صرف دو آ رہے ہیں۔ اگر گیس کی بھی قلّت ہوگی تو اسلام آباد، Northern Areas اور ہر صوبہ اس سے متاثر ہوگا۔ یہ serious issue

ہے۔ پارلیمان میں آکر چاہے Petroleum Minister ہوں یا Power Minister دونوں ان مسائل پر اپنی منصوبہ بندی کے بارے میں ہم سے share کریں، شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ جی علامہ راجا ناصر عباس صاحب۔

Point of Public Importance raised by Senator Raja Nasir Abbas, Leader of the Opposition, regarding prevailing law and order situation in the country

سینیٹر راجا ناصر عباس: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ آپ کا بہت شکریہ۔ سینیٹر شیری رحمان صاحبہ نے جس چیز کی طرف توجہ دلائی ہے، خطے کی جو صورتحال ہے، ویسٹرن ایشیا اور ساؤتھ ایشیا، جیسا آپ جانتے ہیں کہ بہت ہی حساس علاقے ہیں اور ایسٹ اور ایشیا کے یہ hard points ہیں۔ جس طرح انسان کی body میں دل ایک اہم چیز ہے، جگر ایک اہم چیز ہے، پھیپھڑے اہم چیز ہیں اور اگر ایک خراب ہو جائے اور باقی سارے ٹھیک ہوں تو پوری body suffer کرتی ہے اور کمزور ہو جاتی ہے اور اس کے اثرات ہوتے ہیں۔ ویسٹرن ایشیا جو ایران سے لے کر یمن تک کا علاقہ ہے، جس میں دو اہم سمندری راستے آبنائے حرمز اور باب المندب آتے ہیں، یہ علاقے اس وقت جنگ کی لپیٹ میں ہیں۔ امریکہ اور اسرائیل کی حالیہ دو جنگیں ایران کے ساتھ ہو چکی ہیں اور اس جنگ کے ابھی تک بادل منڈلا رہے ہیں اور پھر شروع ہو سکتی ہے۔ باب المندب جو ہے، وہاں پر بھی یمن اور سعودی عرب کے درمیان شدید جنگ ہو رہی ہے اور ہمارا main media بھی درست طور پر ان حقائق کو ہمارے سامنے نہیں رکھ رہا ہے اور قوم کو غفلت میں ڈالا ہوا ہے۔ یقیناً energy crisis بڑھتے چلے جائیں گے۔ ہمیں باقاعدہ اس کے لیے منصوبہ بندی کرنی چاہیے تاکہ ہم اپنے ملک اور اپنے عوام کو محفوظ رکھ سکیں۔ میں دوبارہ اس پر بات کروں گا لیکن پہلے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس وقت شاید ہزاروں سال بعد پنجاب جیسا صوبہ اور پاکستان بھی آٹے کی قلّت کا شکار ہو رہے ہیں۔ اسی طرح ایل پی جی کی جو سرکاری قیمت رکھی گئی ہے اور جو باہر مل رہی ہے، بہت مہنگی ہے۔ ایل پی جی کا ایک بڑا حصہ ایران کے راستے سے آتا تھا۔ ایران کے ساتھ بارڈر ہم نے بند کر دیا اور اس کی بھی shortage ہو رہی ہے۔ ایل این جی کی بھی shortage ہو رہی ہے۔ سردی آگئی ہے لیکن اس کے باوجود بجلی کی لوڈ شیڈنگ کم نہیں ہوئی ہے اور بڑھ رہی ہے۔ کے پی میں بہت زیادہ ہو گئی ہے اور بڑھ رہی ہے۔

جناب، یہ ساری کی ساری چیزیں جو ہیں، energy بہت اہم ہے۔ اگر آپ کے پاس خدانخواستہ پٹرول یا ڈیزل مہنگا ہو جاتا ہے تو آپ کی ٹرانسپورٹیشن پر اثرات ہوتے ہیں اور مہنگائی بڑھتی چلی جائے گی۔ پہلے ہی پاکستان مہنگائی کی دلدل میں دھنسا ہوا ہے اور ہمارے حکمران اصل مسائل سے توجہ ہٹا کر صوبوں کو تسخیر کرنے پر لگے ہوئے ہیں، فتح کرنے پر لگے ہوئے ہیں۔ باقی پاکستان میں تو ماشاءاللہ دودھ کی نہریں بہنا شروع ہو گئی ہیں اور بہت ترقی اور پیش رفت ہو گئی ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: علامہ صاحب، معذرت کے ساتھ کہ آپ کسی point of order پر بات کر رہے ہیں کیونکہ ابھی تک بزنس چل رہا ہے۔

سینیٹر راجا ناصر عباس: جو آپ سمجھ لیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ابھی تک بزنس شروع ہے۔

سینیٹر راجا ناصر عباس: میں اپوزیشن لیڈر ہوں۔ سینیٹ کی روایت ہے تو مجھے بات کرنے دیں۔ آپ کی مہربانی ہوگی۔ ماشاءاللہ، ہم نہیں چاہتے کہ یہ کوئی سٹیج شو ہو بلکہ واقعتاً لگے کہ ہم ایوان بالا ہیں اور یہاں پر عوام کے مسائل discuss ہو رہے ہیں اور پہلے بھی ہو رہے تھے۔ جناب ڈپٹی چیئرمین صاحب، آپ جب interrupt کرتے ہیں تو میں نے کچھ چیزیں اس طرح سے لکھی نہیں ہوتی ہیں۔۔۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ نے rules کی بات کی۔ بزنس کے دوران۔۔۔

سینیٹر راجا ناصر عباس: میں عرض کر رہا ہوں۔ مجھے بات کرنے دیں۔ میں روایت کی بات کر رہا تھا۔ بالآخر آپ کے جتنے بھی ادارے ہوتے ہیں حتیٰ کے جو قومیں ہوتی ہیں، ان کی بھی روایات ہوتی ہیں۔ سینیٹ کی بھی اپنی ایک روایت ہے۔ اسی طرح سے قومی اسمبلی کی بھی روایت ہوگی تو آپ ذرا سا صبر کرلیں۔ یہ مسئلہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس طرف توجہ نہیں دی جا رہی۔ پہلے ہی پاکستان کے بارے میں کہا گیا ہے اس کا سسٹم collapse کر چکا ہے۔ Collapse کے معنی آپ جانتے ہیں یعنی ختم ہو چکا ہوا ہے اور تباہ و برباد ہو چکا ہوا ہے۔ یہ functional نہیں ہے اور اس کا مطلب یہ ہے۔ پاکستان کا سسٹم اور اس کا کوئی ادارہ بھی functional نہیں ہے۔ جب سسٹم collapse کر جائے تو وہاں پر کیا ہونا چاہیے۔ ایمرجنسی لگنی چاہیے۔ ایمرجنسی کہاں کہاں لگنی چاہیے تھی؟ کے پی

میں آپ نے لگا دی۔ آپ سندھ میں بھی لگاتے ایمرجنسی کیونکہ سسٹم تو collapsed ہے۔آپ بلوچستان میں لگاتے ایمرجنسی کیونکہ سسٹم تو collapsed ہے۔آپ پنجاب میں ایمرجنسی لگا دیں کیونکہ سسٹم تو collapsed ہے۔اگرآپ نے یہ راستہ اختیار کرنا ہے تو ایک آسان راستہ اور بھی ہے۔آپ پورے پاکستان میں گورنرراج لگا دیں اوراسے one unit بنادیں۔اس سے بہت آسانی سے مسائل حل ہو جائیں گے۔آپ نے وہاں کے پی میں جو ایمرجنسی لگا دی ہے، پہلے پانچ ضلعوں کی کہتے تھے لیکن ابھی 12 ضلعوں میں لگا دی ہے۔ پھر جہاں باقی علاقوں میں آپ نے گورنر راج لگا دیا،اس سے گورننس بہتر نہیں ہو رہی ہے بلکہ گورننس اور بدتر ہو رہی ہے اورجو میڈم شیری رحمان نے کہا کہ پاکستان کے اطراف میں بہت خطرات منڈلا رہے ہیں اور energy crisis پیدا ہونے کی طرف جارہے ہیں۔ پاکستان مشکلات کی طرف جا رہا ہے تو میری گزارش یہ ہے کہ یہ جو آپ نے قدم اٹھائے ہیں،انہیں اٹھانے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔آپ پاکستان کے عوام کو on board لیں۔اپنی مشکلات ان کو بتائیں۔ ایسے فیصلے کریں جس سے لوگ مطمئن ہوں۔ آپ کے ساتھ ان کا اعتماد کا رشتہ مضبوط ہو لیکن آپ یقین کریں کہ ایک پاکستانی ہونے کے ناتے یہ باتیں کر رہا ہوں اوردل دکھتا ہے تو یہ بات کر رہا ہوں۔آپ جس طرف پاکستان کو لے کر جا رہے ہیں، یہ تباہی و بربادی کا راستہ ہے۔ کبھی بھی اس راستے پر چل کر پاکستان کو بہتر نہیں کر سکتے۔ یہاں ماشاءاللہ سینیئر لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ قرآن مجید میں بھی ہے کہ (عربی) خدا حکم دیتا ہے کہ عدل کرو۔ جناب والا عدل کے بغیر امن نہیں آسکتا۔ عدل کے بغیر معاشی بحران حل نہیں ہو سکتا۔ عدل کے بغیر سیاسی بحران حل نہیں ہوسکتا۔ عدل کسے کہتے ہیں۔۔۔۔

(جاری T09)

T09-23 Oct2026 Taj/Ed. Shakeel 12:00 Noon

سینیٹر راجہ ناصر عباس: (جاری) اللہ حکم دیتا ہے کہ عدل کرو۔ جناب والا! عدل کے بغیر امن نہیں آ سکتا۔ عدل کے بغیر معاشی بحران حل نہیں ہو سکتا۔ عدل کے بغیر سیاسی بحران حل نہیں ہو سکتا۔ عدل کسے کہتے ہیں۔ عدل کہتے ہیں کہ جو کسی چیز کی جگہ ہے (عربی)۔ جس چیز کی جو جگہ ہے اس کو وہاں پر ہونا چاہیے۔ یہ rule of law کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔ جہاں پر rule of law نہیں ہوگا، وہاں پر عدل آ ہی نہیں سکتا۔ سیاسی عدل ہے، معاشی عادل ہے، سماجی عدل ہے۔ عدل کی قسمیں ہیں۔ ہر جگہ کے لیے اس کی ایک خاص صورت حال ہے۔ عدل کے بغیر ممکن نہیں ہے کہ معاشرہ آگے بڑھے، ترقی کرے اور بحرانوں پر غالب آ جائے بلکہ بحرانوں میں دھنستا چلا جائے گا جیسے ابھی ہو رہا ہے۔

جناب چیئرمین! تقریباً 11 اکتوبر کو آپ نے ایمرجنسی لگادی۔ پانچ اضلاع میں لگانی تھی، 12 اضلاع میں لگادی۔ اب میرا سوال ہے کہ آپ صوبائی حکومت پر الزام لگاتے رہے ہیں، میں آپ کو ایک پاکستانی کا درد بیان کر رہا ہوں۔ مجھے پتا ہے، بہت سارے لوگوں کے ساتھ میرا تعلق ہے۔ بچوں کو اسکول بھیجنا ایک مشکل مسئلہ بنا ہوا ہے۔ اتنے پیسے نہیں کہ اتنا مہنگا پٹرول گاڑی میں ڈالیں اور بچوں کو اسکول بھیجیں۔ جہاں ایک ہزار، 1200 روپے میں چلے جاتے تھے، ابھی ایک دن بچوں کو اسکول بھیجنے کا اڑھائی ہزار روپے خرچ ہو رہا ہے۔ جناب والا! یہاں پر میرا ایک سوال ہے۔ آپ کہتے تھے کہ وہاں کی حکومت دہشت گردوں کو پناہ دیتی ہے، وہ اپنے MPAs کو پناہ نہیں دے سکتی تھی، وہ بھی اٹھائے جا رہے تھے۔ ابھی مجھے بتادیں کہ اتنے دنوں میں آپ نے کتنے دہشت گرد پکڑے ہیں؟ ذرا ان کو ٹی وی پر لے کر آجائیں۔ بتائیں، روزانہ پریس کانفرنس کریں یہ یہ دہشت گرد چھپایا ہوا تھا، آپ نے پکڑ لیا ہے۔ ایسے نہیں ہوا ہے۔ ابھی کرک میں ایک پولیس ڈی ایس پی کو ایس ایچ او اور گارڈز سمیت شہید کیا گیا ہے۔ لگتا ہے کہ دہشت گردی بڑھ رہی ہے۔ بدامنی کی فضا بڑھ رہی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ کنٹرول نہیں کر رہے ہیں۔ کنٹرول کیوں نہیں ہو رہا ہے، پتا ہے، جناب والا! جو خطرناک کام ہو رہا ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے پولیس کو وہاں کے عوام کو، پی ٹی آئی کے لوگوں کو پکڑنے کے لیے لگادیا ہے۔ جو آپ کا مخالف ہے اس کو پکڑنے کے لیے لگایا ہے، MNAs اور MPAs کے گھروں میں گھسنے کے لیے رکھ لیا ہے۔ اور وہ پولیس جو دہشت گردی سے لڑ رہی تھی، اس کو عوام سے لڑا رہے ہیں۔ پولیس جب عوام سے لڑے گی تو عوام کا اعتماد پولیس کھو بیٹھے گی۔ عوام اس کا ساتھ نہیں دیں گے۔ یہ ایک خطرناک کھیل کھیلا جا رہا ہے۔ ٹھیک ہے میڈم شیری رحمان نے کہا ہے کہ فقط energy کا بحران نہیں آئے گا، یہ بدامنی کا بحران بھی ساتھ بڑھ جائے گا۔ سیاسی بحران بھی ساتھ بڑھ جائے گا۔ لہٰذا، میں ان کی بات کی تائید کرتا ہوں۔۔۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ کا سوال energy ہے یا emergency ہے؟

سینیٹر راجہ ناصر عباس: جناب والا! میں ملکی حالات بیان کر رہا ہوں۔ میری جو گفتگو ہے، آپ کے سامنے جو جملے بول رہا ہوں، یہ ملکی حالات کے بارے میں ہیں۔ آپ اسے جو بھی کہہ لیں، توجہ دلاؤ نوٹس کہہ لیں۔ رانا ثناءاللہ صاحب بتادیں کیونکہ یہ توجہ دلاؤ نوٹس بھی تو نہیں ہو سکتا، یہ تو لکھا ہی نہیں ہے۔ Point of public importance ہو سکتا ہے، جو بھی ہے۔ میری گزارش ہے۔۔۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ نے کہا کہ بس میں کھڑا ہوں۔

سینیٹر راجہ ناصر عباس: جناب! میری humble request ہے، بس ختم کرنے لگا ہوں۔ میری بیٹیاں، میری بہنیں، مجھے بھی تھوڑا سا بولنے دیں۔ ہمیں تھوڑا بہت چیخنے چلانے دیں ناں۔۔۔

جناب قائم مقام چیئرمین: علامہ صاحب! آپ Chair سے مخاطب ہوں اور conclude کریں۔

سینیٹر راجہ ناصر عباس: بیس دن تاخیر، اکیس، بائیس دن تاخیر، ایسا کیوں ہوتا ہے۔ میں آپ کے سامنے بیٹھا ہوں۔ رانا صاحب! آپ بھی وزیر ہیں۔ میں تو عام دنوں میں بھی، جب اجلاس نہیں ہوتا، میں صبح آتا ہوں اور اپنے chamber میں شام پانچ بجے تک بیٹھتا ہوں۔ اِدھر موجود ہوتا ہوں۔ سارے کام آپ نے چھین لیے۔ آپ رونے بھی دیتے، چیخنے نہیں دیتے اور چلانے بھی نہیں دیتے۔ سارے غیر قانونی کام کر رہے ہیں اور ملک کو تباہ و برباد کر رہے ہیں۔ ۔۔۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جو بھی issue ہے، آپ نے point of public importance کی شکل میں یا کسی بھی شکل میں، آپ اسے سیکرٹریٹ میں جمع کرادیں اور پھر اس پر بات کریں۔ ابھی تو House business شروع ہوا ہے۔

سینیٹر راجہ ناصر عباس: Point of Order ہے، مہربانی کریں۔ بات سن لیں، آپ کے فائدے کی باتیں کر رہا ہوں، پاکستان کے فائدے کی باتیں کر رہا ہوں۔ ان سب بھائیوں کے دل کی باتیں کر رہا ہوں۔ یہ جو نہیں بول سکتے، میں ان کی جگہ بول رہا ہوں۔ میری بات سن لیں۔ لہٰذا، ضروری ہے کہ پاکستان کو rule of law کی طرف لایا جائے۔ آپ اتنے بڑے بحرانوں میں جا رہے ہیں کہ ان کا مقابلہ نہیں کر سکو گے۔ ایک بات، رانا صاحب! اس دن آپ کے ایک وزیر صاحب نے کہا۔ میں نے کہا ہے کہ یہ یمن کی جنگ بہت خطرناک ہے، خدانہ کرے کہ ہم اس دلدل میں چلے جائیں۔ ہم بہت نقصان اٹھائیں گے۔ میں نے پہلے بھی request کی ہے۔ وہ بار بار رابطہ کرتے ہیں، آپ سے کہتے ہیں کہ mediation کرو، اس جنگ کو ختم کرو۔ اس جنگ کو رکواؤ۔ دیکھیں، خدا مظلوم کا ساتھی ہے۔ آپ کے ساتھ امریکہ، اسرائیل، پاکستان، ترکی، مصر UAE بھی ہے، پتا نہیں کتنے ممالک ہیں، وہ تو اکیلے ہیں، محاصرے میں ہیں۔۔۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ سے مراد کون؟ آپ نے کہا کہ آپ کے ساتھ ہیں۔

سینیٹر راجہ ناصر عباس: جناب والا! آپ سے مراد، چلیں سعودی عرب کے ساتھ۔ میں ختم کر رہا ہوں۔ لہٰذا، اتنے ملک اکٹھے ہیں۔ پہلے بھی 17 ملکوں نے مل کر حملہ کیا تھا اور 2015 سے کئی سال جاری رہا۔ وہاں پر تقریباً ایک ملین سے زیادہ لوگ، ڈیڑھ، دو ملین کے قریب لوگ

مارے جا چکے ہیں یا زخمی ہیں۔ وہ ایک فقیر ملک ہے۔ وہ اپنی عزت سے جینا چاہتے ہیں۔ تو آپ ان کے ساتھ بیٹھیں، ان کے جو differences ہیں، وہ ختم کریں۔ پاکستان کا role اگر یہ ہو جائے تو امن ہوگا، دیکھیں، جو جو خطرات شیری رحمان صاحبہ نے کہا ہے، جنگ، جہاں وہ خطرہ ٹل سکتا ہے، یہ راستہ ہے، یہ way out ہے کہ اگر آئیں mediation کریں اور آپ سارے مل کر ان کو نہ ماریں۔ آپ ان کو شکست نہیں دے سکتے۔۔۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ علامہ صاحب۔

سینیٹر راجہ ناصر عباس: وہ son of soil ہیں، انہوں نے وہاں پر ہزار سال حکومت کی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ سعودی عرب کی بھی حفاظت ہو جائے، سعودی عرب بھی محفوظ ہو جائے، وہ بھی محفوظ ہو جائیں اور یہ حساس علاقہ مسلمانوں کا battlefield نہ بنے جہاں سے ultimately ہم سب کا نقصان ہوگا۔ مسلمانوں کا نقصان ہوگا۔ لڑ لڑ کر، کمزور ہوں گے اور تباہی پھیلے گی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ Rule 47 کے مطابق جو سوالات رہ جاتے ہیں، ان کو defer نہیں کیا جا سکتا ہے بلکہ ان کو پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ میں rules کی بات اس لیے کرتا ہوں کہ اگر rules کے مطابق معاملات چلیں گے تو ہمارا پچاس فیصد وقت بچ جاتا ہے۔ Rule 57 کے مطابق تین سوالات سے زیادہ نہیں ہو سکتے تو یہ آپ ruling سمجھیں کہ سوالات کے دوران speech وغیرہ نہیں ہو گی۔ مختصر بات ہو گی تو وقت بچ جائے گا۔ یہاں پر دوستوں نے کہا کہ ہمارے questions رہ جاتے ہیں، وہ وقت کی وجہ سے رہ جاتے ہیں۔ اگر ہم وقت کے مطابق اور rules کے مطابق چلیں گے تو معاملات آگے چلیں گے۔ آرڈر نمبر ۲، اب چھٹی کی درخواستیں لیتے ہیں۔

Leave of Absence

جناب قائم مقام چیئرمین: سینیٹر عطاء الحق صاحب نے بعض نجی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 20 اکتوبر کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: سینیٹر عطاء الرحمٰن صاحب نے بعض نجی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 16 اور 19 اکتوبر کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: سینیٹر عبدالشکور صاحب نے بعض نجی مصروفیات کی بناپر مورخہ 19 اور 20 اکتوبر کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: سینیٹر فوزیہ ارشد صاحبہ نے بعض نجی مصروفیات کی بناپر مورخہ 16 اکتوبر کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: سینیٹر عون عباس صاحب نے بعض نجی مصروفیات کی بناپر مورخہ 13 تا 16 اکتوبر ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: سینیٹر بشریٰ انجم بٹ صاحبہ نے بعض نجی مصروفیات کی بناپر مورخہ 16 تا 19 اور 20 اکتوبر کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: سینیٹر محمد اسحاق ڈار صاحب نے بعض بیرون ملک مصروفیات کی بناپر مورخہ 23 اکتوبر سے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: اِدھر آپ 'ناں' کہہ بھی نہیں سکتے۔ دوست محمد خان صاحب کا Order No. 28 ہے۔ وزیر صاحب کی قومی اسمبلی میں بھی مصروفیات ہیں۔ سینیٹر دوست محمد خان صاحب۔ (جاری۔۔۔T10)

T10-23Oct2026 Naeem Bhatti/ED; Shakeel 12:10 p,m

جناب قائم مقام چیئرمین: دوست محمد خان صاحب کا order No. 28 ہے، وزیر صاحب کی قومی اسمبلی میں بھی مصروفیات ہیں، سینیٹر دوست محمد خان صاحب۔

Calling attention notice moved by Senator Dost Muhammad Khan regarding the non-disbursement of rehabilitation/compensation fund for the displaced residents of South Waziristan

سینیٹر دوست محمد خان: جناب چیئرمین! مجھے سینیٹر بنے ہوئے تقریباً چھ سال ہوگئے ہیں۔ میں جو سوال اٹھا رہا ہوں یہ ان غریب قبائلی لوگوں کے بارے میں ہے جنہوں نے war on terror پر قربانیاں دی ہیں۔ ہمارے اسی ہزار سے زائد لوگ شہید ہوئے ہیں، ان کے گھر demolished ہو گئے تھے۔ وہاں فوج، Education and Revenue Department والوں نے 2015 میں باقاعدہ survey کیا اور انہیں World Bank نے کہا تھا کہ جن کے گھر گرے ہیں، انہیں ساڑھے چار لاکھ روپے فی گھر دیا جائے۔ وزارت خزانہ کے پاس یہ رقم ڈالر کی مد میں آئی، آدھے لوگوں کو پیسے ملے اور آدھے لوگوں کو نہیں ملے جبکہ وزارت خزانہ گھوتم بدھ کی طرح ہمارے پیسوں پر بیٹھ گئی۔ جناب والا! لوگ پھر کیوں بندوقیں نہیں اٹھائیں گے، لوگ کیسے اس ملک سے پیار کریں گے، جب آپ نے ان کے گھر گرا دیے ہیں، جب ان کے کھیتوں کو برباد کر دیا، جب آپ نے ان کی ندی، نالیاں تباہ و برباد کر دیں؟ جناب والا! یہ صرف بیس، بائیس ارب روپے کا سوال ہے اور یہ اتنی بڑی رقم نہیں ہے۔ BISP جس کے لیے آٹھ سو پینتیس ارب روپے رکھے گئے ہیں، ان میں سے اگر بیس، بائیس ارب روپے ان غریب فاٹا کے لوگوں کو دے دیا جائے تو کون سی قیامت آجائے گی۔ جناب والا! نفرت بڑھتی جا رہی ہے اور میں درخواست کروں گا کہ اسے کمیٹی کے حوالے کر دیں، اس میں Ministry of Finance کو بلائیں، اس میں Planning Division کو بلائیں۔ ہم تباہ و برباد ہو گئے ہیں۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: آخری سال شروع ہونے پر لوگ اسی طرح آوازیں نکالتے ہیں۔

سینیٹر دوست محمد خان: جناب والا! کیا کریں، آپ نے ہمیں پیچھے بٹھایا ہوا ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: میں نے نہیں بٹھایا، آپ کے پارلیمانی لیڈر نے بٹھایا ہے۔

سینیٹر دوست محمد خان: ہم چونکہ سوتیلے ہیں اور یہ لاڈلے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: میرے لیے کوئی اہم اور خاص نہیں ہے، آپ اپنی بات پوری کریں۔

سینیٹر دوست محمد خان: جناب والا! میری عاجزانہ درخواست ہے کہ آپ اس معاملے کو serious لیں، سوال صرف بیس، بائیس ارب روپے کا ہے۔ ہم کہہ رہے ہیں کہ جو وعدہ آپ نے ہمارے ساتھ کیا تھا، آپ کو World Bank نے ڈالر میں پیسے دیے، آپ ہمیں وہ کیوں نہیں دے رہے، آپ ہمیں کیوں سوتیلا بھائی سمجھ رہے ہیں۔ ایک تو ہم نے قربانیاں دی ہیں، جان، مال، ہر چیز کی قربانیاں دی ہیں، اس کے باوجود آپ ہمیں پیسے نہیں دے رہے ہیں۔ میری درخواست ہے کہ آپ اسے کمیٹی میں بھیجیں، وہاں Ministry of Finance کو بلایا جائے، Planning Division کو بلایا جائے، خیبر پختونخوا کے نمائندے کو بلایا جائے اور مجھے بلایا جائے تاکہ ہم اس معاملے کو once and for all ختم کریں، یہ معاملہ 2015 سے چل رہا ہے۔ میں اس ایوان میں یہ معاملہ بار بار اٹھا رہا ہوں لیکن آپ لوگ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ یہی تو مسئلہ ہے اور اوپر سے emergency بھی نافذ کر دیتے ہیں [XXX][1] آپ کو میں یہ بتا رہا ہوں، لوگوں کے جرگے ہو رہے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: توجہ دلاؤ نوٹس کے علاوہ جتنے الزامات یا جن باتوں کا آپ کے پاس ثبوت نہیں ہے، ان سب کو expunge کر دیں۔

سینیٹر دوست محمد خان: جناب والا! آپ نے emergency اور گورنر راج کے تحت ساڑھے چار کروڑ عوام پر دن دیہاڑے ڈاکہ ڈالا ہے۔ اس طرح نہیں چلے گا، ہم ایسے قوانین کو نہیں مانتے، خدا کی قسم! یہ لاقانونیت بڑھا رہے ہیں، یہ پاکستان کے لیے کام نہیں کر رہے ہیں، یہ حکومت پاکستان کو تباہ کرنے میں لگی ہوئی ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: قانون کے مطابق صرف mover بول سکتا ہے۔ جی طلال صاحب۔

سینیٹر محمد طلال بدر (وزیر مملکت برائے داخلہ): جناب چیئرمین! گزارش ہے کہ جب آپ ایوان میں کوئی business لے کر آتے ہیں تو آپ کی seriousness ہونی چاہیے، اگر آپ اس اہم ترین موضوع جو کہ calling attention notice ہے، جو پچھلی مرتبہ بھی defer ہوا، آپ اس کے ساتھ ایک political تقریر جوڑیں گے تو آپ اس معاملے کو خود compromise کرتے ہیں، جس کو آپ لے کر آتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ بارہا کہا جاتا ہے کہ کمیٹی میں بھیج دیں، جناب والا! اس سے بڑی تو کوئی اور کمیٹی نہیں ہو سکتی۔ یہ کمیٹی میں

[1] [Words expunged as ordered by the Chair]

discuss ہونے کے بعد بھی آپ کے پاس آتا ہے اور اگر وہ میرے یا وزارتوں کے جواب سے satisfy نہ ہوں تو اس کے بعد آپ کمیٹی میں بھیج دیں۔

جناب والا! سب سے پہلے five agencies میں survey کروایا گیا، اس میں تقریباً 1,05744 گھر تھے، ان میں جن گھروں کا زیادہ نقصان ہوا، وہ 66989 گھر تھے اور جن گھروں کا جزوی نقصان ہوا وہ 38755 گھر تھے۔ جناب والا! اس کے بعد Citizen Losses Compensation Programme کے نام سے شروع کیا گیا تو اس وقت کہا گیا کہ یہ survey ٹھیک نہیں ہوا، پہلے South Waziristan کے survey میں صرف 27107 گھر تھے، اس پر دوبارہ survey کروایا گیا جس میں 113716 گھر آئے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: دوست محمد خان صاحب! آپ کاغذ اور قلم لیں اور یہ لکھیں، ہاتھ باندھ کر نہ بیٹھیں۔

سینیٹر محمد طلال بدر: جناب والا! ان میں 109312 گھروں کا مکمل survey ہوا۔ اس کے بعد اس کی compensation کا آغاز ہوا، اس میں یہ decide ہوا تھا کہ جس گھر کو کسی بھی وجہ سے زیادہ نقصان ہوا ہے، اسے چار لاکھ اور جس گھر کو کم نقصان ہوا ہے اسے ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپے دیے جائیں گے۔ کیونکہ یہ فاٹا کا علاقہ تھا، اس کے لیے وفاقی حکومت نے پیسے دینے شروع کیے۔ 2014 to 2021 onward اس کے پیسے لوگوں کو دیے جاتے رہے۔ وزیرستان میں جو پیسے دیے گئے وہ ایک سو سترہ ارب روپے بنتے ہیں۔ جب یہ ایک سو سترہ ارب روپے distribute کر دیے گئے۔۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ کو پتا ہے کہ میڈم شیری بھی بیٹھی ہوئی ہیں۔ خواتین کے بارے میں جو باتیں ہیں، وہ expunge کر دیں۔ جی طلال صاحب۔

سینیٹر محمد طلال بدر: جناب والا! اس میں ایک سو سترہ ارب روپے دیے گئے۔ اس کے بعد پینسٹھ ارب روپے کے قریب ان کے باقی ہیں۔ یہ معاملہ SAFRON کی کمیٹی میں آیا تو کمیٹی نے کہا کہ اس میں embezzlement ہوئی ہے، یہ صحیح distribute نہیں ہوئے اور اس کے بعد اس کے special audit کا فیصلہ ہوا۔ جناب والا! صوبائی حکومت نے وفاقی حکومت سے مل کر اس کا special audit کروا دیا ہے۔ (جاری۔۔۔۔۔T/11)

سینیٹر محمد طلال بدر: (جاری) اس کے بعد اس کے special audit کا فیصلہ ہوا۔ صوبائی حکومت نے وفاقی حکومت سے مل کر special audit کروادیا ہے۔ کمیٹی میں یہ کہا گیا ہے کہ جب تک audit نہ ہو، باقی پیسے distribute نہ کیے جائیں۔ جناب! آڈٹ مکمل ہوچکا ہے کیونکہ اس کے بعد فاٹا، خیبر پختونخوا میں شامل ہوگیا تھا۔ صوبائی حکومت کی مدد سے وہ آڈٹ ہوچکا ہے۔ ایک کمیٹی ہے جسے Departmental Accounts Committee (DAC) کہتے ہیں، اس کا ایک اجلاس باقی ہے، اس کے بعد یہ آڈٹ SAFRON کمیٹی میں آگیا ہے کیونکہ SAFRON کمیٹی نے ہی کہا تھا کہ مزید پیسے نہ دیے جائیں۔ وفاقی حکومت کی طرف سے کبھی کوئی اس طرح کی situation میں جہاں کوئی متاثرین ہیں، خصوصاً terrorism کے یا پھر دہشتگردی کے حوالے سے کسی صوبے کو پیسے چاہییں، وفاقی حکومت کی طرف سے اور خصوصاً میں تو ہم NFC کا ایک فیصد دیتے ہیں۔ وہ علیٰحدہ ہیں۔ وہ آٹھ یا ساڑھے آٹھ سو ارب روپے انہیں پہلے بھی جاچکا ہے جو کہ باقی سب صوبوں سے علیٰحدہ ملتا ہے۔ یہ پیسے وفاقی حکومت آج بھی دینے کو تیار ہے۔ SAFRON کمیٹی میں اگر یہ آڈٹ رپورٹ discuss ہوجائے اور اس کے بعد SAFRON کمیٹی اجازت دے دے تو وفاقی حکومت پیسے دینے کے لیے تیار ہے۔

(اس موقع پر کچھ اراکین توجہ دلاؤ نوٹس پر بات کرنے کے لیے اپنی نشستوں پر کھڑے ہوگئے)

جناب قائم مقام چیئرمین: رول کے مطابق توجہ دلاؤ نوٹس پر متعلقہ رکن ہی بات کرسکتا ہے۔ شکریہ۔ آپ Rules check کرلیں۔ آپ ماشاءاللہ، خود بھی جانتے ہیں۔ یہ صرف اور صرف دوست محمد خان نام سے ہے۔ آپ آرڈر نمبر 28 کو check کریں، صرف دوست محمد خان صاحب کے نام سے ہے۔ آرڈر نمبر 21 پیش کریں۔

Motion under Rule 263 moved for dispensation of rules

Mr. Tariq Fazal Chaudhary: Mr. Chairman, thank you. I hereby move under Rule 263 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 2012, that the requirement of Rules 118 and 120 of the said Rules regarding circulation and notice period be dispensed with in order to take into consideration at once the Bills at Order Nos. 22 to 27, as passed by the National Assembly and transmitted to the Senate.

جناب قائم مقام چیئرمین: اب میں تحریک ایوان کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

(تحریک منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: آرڈر نمبر 22 پیش کریں۔

Mr. Tariq Fazal Chaudhary: I hereby move that the Bill further to amend the Life Insurance (Nationalisation) Order, 1972 [The Life Insurance (Nationalisation) (Amendment) Bill, 2026], as passed by the National Assembly, be taken into consideration at once.

جناب قائم مقام چیئرمین: اب میں تحریک ایوان کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ جی علی ظفر صاحب۔

سینیٹر سید علی ظفر: جناب چیئرمین! منسٹر صاحب نے request کی ہے کہ اسے زیر غور لایا جائے۔ ہمیں بتایا جائے کہ یہ بل اور یہ ترمیم کس چیز کے متعلق ہے۔ ہمیں آگاہ کریں کہ یہ کیا چیز ہے۔ کیا اس بل کو کسی نے پڑھا ہے؟ میں آپ سے بہت احترام کے ساتھ بات کر رہا ہوں۔

(اس موقع پر ایوان میں اذانِ جمعہ سنائی دی)

جناب قائم مقام چیئرمین: جی علی ظفر صاحب۔

سینیٹر سید علی ظفر: میں منسٹر صاحب سے کہوں گا کہ وہ ہمیں explain کر دیں۔ اگر اس بل کو pass کروا رہے ہیں تو بتائیں کہ اس میں کون سی amendment ایسی ہے جس کو سینیٹ کی کمیٹی consider نہیں کر سکتی یا دیکھنا نہیں چاہتی یا آپ سمجھتے ہیں کہ دیکھنا مناسب نہیں ہے۔ ہمیں explain کر دیجیے کہ کون سی اتنی emergency ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ قومی اسمبلی کا بھیجا ہوا، ہم پڑھے بغیر pass کر دیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی منسٹر صاحب۔

ڈاکٹر طارق فضل چوہدری: چیئرمین صاحب! بہت شکریہ۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ تاثر بالکل غلط ہے کہ ہم یہاں سے کوئی ایسا bill pass کروانا چاہتے ہیں کہ جس کے حوالے سے ہم اس ایوان کو inform نہ کریں یا نہ کرنا چاہتے ہوں۔ اس کے objectives and

reasons آج جو papers circulate ہوئے ہیں، ان پر بڑی تفصیل سے دیے گئے ہیں۔ یہ nationalization کی بات ہو رہی ہے۔ اس کے بعد جو proposed amendment ہے، اس میں کہا گیا ہے کہ:

1. It further seeks to align the legal framework governing the Corporation with the State-Owned Enterprises Act.
2. The bill also seeks to provide a clear and enabling legal framework.
3. In order to ensure smooth and orderly transition, the amendments provide for the automatic transfer to assets, liabilities and rights etc.

یہ تمام وہ محرکات ہیں جن کی وجہ سے یہ bill pass کیا گیا ہے۔ ابھی چونکہ اذان ہو چکی ہے، معزز اراکین نے نماز بھی پڑھنی ہے ورنہ اس بل کی باقی تمام جزئیات اور تفصیلات پر سیر حاصل گفتگو ہو سکتی ہے۔ میری معزز سینیٹر صاحب سے یہ گزارش ہے کہ bill pass ہو جائے تو اس پر ایک اور سینیٹر بھی بات کرنا چاہیں گی۔ جناب! لائف انشورنس کے جو policy holders ہیں، ان کی پالیسی کو تحفظ دینے کے لیے اس میں ساری جزئیات شامل کی گئی ہیں۔ میری گزارش یہ ہے کہ اس کو pass ہونے دیں، اس کے بعد اس کی تمام تفصیلات میں بیرسٹر صاحب کو in person بھی explain کر دیتا ہوں۔ مہربانی فرما کر اس بل کو آج pass کریں۔ مہربانی فرمائیں۔

(Pause)

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ لوگ آرڈر نمبر 28 پر مشورہ کر لیں۔ اس سے پہلے ہم آرڈر نمبر 3 لے لیتے ہیں۔ سینیٹر بشریٰ انجم بٹ صاحبہ، چیئرپرسن، قائمہ کمیٹی برائے تعلیم، آرڈر نمبر 3 پیش کریں۔

سینیٹر بشریٰ انجم بٹ: چیئرمین صاحب! اس سے پہلے کہ میں agenda present کروں، مجھے دو منٹ چاہییں کیونکہ میں نے ایک بہت اہم issue پر بات کرنی ہے۔

سینیٹر فلک ناز: جناب! کورم پورا نہیں ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: کورم کی نشاندہی کی گئی ہے۔ گنتی کر لیں۔

(گنتی کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: کورم پورا نہیں ہے۔ پانچ منٹ کے لیے گھنٹیاں بجائیں۔

(اس موقع پر گھنٹیاں بجائی گئیں)

جناب قائم مقام چیئرمین: دوبارہ گنتی کریں۔

(گنتی کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: کورم پورا نہیں ہے۔ لہٰذا، میں ایوان کی کارروائی بروز سوموار، مورخہ 26 اکتوبر، 2026 کو شام چار بجے تک ملتوی کرتا ہوں۔

[The House was adjourned to meet again on 26th October, 2026 at 4:00 pm]
